قتلِ ناحق

قرآن و سنت کی روشنی میں

مولانا اعجاز احمد اعظمی

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب

قتلِ ناحق

قرآن وسنت کی روشنی میں

از: مولانا اعجاز احمد اعظمی

صفحات: ۶۴ قیمت: ۱۶/- روپے

طبع اوّل: ستمبر ۲۰۰۴ء

باهتمام
محمد ناصر خان

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کر دی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔

(ادارہ)

Name of the book

QATL-E-NAHAQ
Qur'an Wa Sunnat Ki Roshni Mein
By: **Maulana Aijaz Ahmad Azmi**
Ist Edition: **September, 2004**
Pages: 64 Price: **Rs. 16/-** Size: 23x36/16

ناشر

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998 Res.: 23262486
E-mail: farid@ndf.vsnl.net.in Websites: faridexport.com, faridbook.com

Printed at: Farid Enterprises, Delhi-6

فہرست مضامین

تمہید	مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی	۵
تعارف	حضرت مولانا افضال الحق صاحب قاسمی	۷
حرف اول	حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی	۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

فتنوں کی بارش	۱۳
ہولناک ترین فتنہ	۱۴
اہل اسلام کا حال زار	۱۶
خون مسلم کی حرمت	۱۷
خون مسلم کی عظمت	۲۱
ساری دنیا سے بڑھ کر	۲۲
خون کے چھینٹوں نے حساب صاف کردیا	۲۲
قتل ناحق پر سلب ایمان کا خطرہ	۲۳
کلمہ نصیب نہیں ہوا	۲۵
قتل ناحق کفر کے ہم پایہ ہے	۲۵
قتل ناحق بمنزلہ ارتداد ہے	۲۸
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فتویٰ	۲۹
ایک اور روایت	۳۰
قتل مومن میں اعانت	۳۱

جمہور علماء کا مسلک	۳۲
حضرت ابن عباسؓ وابن عمرؓ کا اصل مسلک	۳۴
خودکشی	۳۸
قتل ناحق کی سزا دنیا میں	۳۹
قتل کی قسمیں	۴۰
کفارۂ قتل	۴۱
دِیَت	۴۲
قتل بالواسطہ	۴۲
قتل عام	۴۳
اسبابِ قتل	۴۴
مال کی دیوانگی	۴۴
عورت کا فتنہ	۴۷
ہوسِ جاہ	۵۰
صبر وضبط	۵۱
مہربانی وشفقت	۵۳
ایک جامع حدیث	۵۵
اصل متن حدیث	۵۷
حرف آخر	۵۹

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

کسی مسلمان کو قتل کرنا شریعت کی نگاہ میں کس قدر سنگین جرم ہے؟

قرآن کریم اس کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً ، اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے، اور اللہ نے اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یعنی اس جرم کا مرتکب اسی سزا کا مستحق ہے جس کا مستحق کافر ہے، یعنی جہنم کی دائمی سزا، **اعاذنا اللّٰہ منها**

حدیث نبوی میں اسکی غیر معمولی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من اعان علیٰ قتل مومن شطر كلمة لقی اللّٰہ مكتوب بين عينيه ”آئس من رحمة اللّٰہ ، رواه ابن ماجة (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی مومن کے قتل کے سلسلے میں ایک کلمہ کہہ کر بھی مدد کی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ ”یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے“۔

قتل مومن تو بڑی بات ہے، اس سلسلے میں معمولی مدد کی سزا یہ ہے، اس باب میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لو أن أهل السماء وأهل الارض اشتركوا فی دم مومن لأكبهم اللّٰہ جميعاً فی النار۔ اگر تمام اہل زمین اور تمام اہل آسمان ایک مومن کے قتل ناحق میں شریک ہوجائیں تو بھی اللہ تعالیٰ سب کو جہنم میں جھونک دیں گے۔

کاش ہمارے دلوں میں خون مومن کی اہمیت وعظمت پیدا ہوجائے۔

آج ہمارے معاشرے میں جہاں اور بہت ساری برائیاں اور بداعمالیاں راہ پاگئی ہیں، انھیں میں ایک قتل ناحق بھی ہے، ذرا ذرا سی بات اور معمولی معمولی جھگڑوں پر ایک مسلمان دوسرے کو نہایت آسانی سے قتل کر دیتا ہے، جیسے کسی مکھی یا مچھر کو مار دیا جاتا ہے، کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ جیسے ہم نے اس کی دنیا ختم کر دی ہے ویسے اس مقتول نے ہماری آخرت برباد کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس رسالہ میں قتل ناحق کی قباحت وشناعت، خون مسلم کی حرمت وعظمت اور، قتل ناحق کی سزا وغیرہ کو نہایت تفصیل سے قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور سلفِ صالحین کے واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ ۱۸/سال قبل ایک خاص واقعہ سے متاثر ہوکر لکھا گیا تھا، جس کا ذکر مؤلف نے ”حرف اول“ میں کیا ہے، اسی وقت اس کا پہلا ایڈیشن ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوا، اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، کچھ ہی عرصہ بعد اس کا دوسرا ایڈیشن دو ہزار کی تعداد میں شائع ہوا اور اب وہ بھی ناپید ہے، قدر دانوں کو طلب وجستجو کے بعد بھی نہیں مل پاتا، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اس کی دوبارہ کتابت کرا کے اس کا جدید ایڈیشن فرید بک ڈپو دہلی سے شائع کیا جارہا ہے، اس کیلئے ہم الحاج محمد ناصر خاں کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اس کی اشاعت کے سلسلے میں کافی دلچسپی لی۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائیں۔

ضیاء الحق خیرآبادی
مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپور، اعظم گڈھ
۱۵/رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

تعارف

استاذ مکرم حضرت مولانا محمد افضال الحق صاحب جوؔہر قاسمی
مہتمم دار العلوم گورکھپور

آج انسانی جان کی قیمت کیا ہے؟

یہ سوال آپ کسی شہری، دیہاتی، پڑھے لکھے، یا جاہل سے بھی کیجئے تو ایک ہی جواب ملے گا کہ کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں ۔۔۔ چنانچہ آپ بیروت، ایران، عراق، افغانستان اور پنجاب نہ جایئے بلکہ ہندوستان ہی کے کسی بھی ضلع سے متعلق پوچھئے آپ کو یہی سننا پڑے گا کہ انسانی خون کی قیمت بلی اور کتے کے برابر نہیں رہ گئی۔ آپ کتے کو مار دیجئے تو آپ کو وجہ بتانی پڑے گی کہ کیوں مارا؟ لیکن کسی انسان کو مار دیجئے تو پولیس بھی نہیں پوچھے گی کہ کیوں مارا؟ کیا قصور کیا تھا اس نے؟ اور بلا قصور مارا تو کیا تمہارا دماغ چل گیا تھا؟ یا تم بھیڑیئے بن گئے تھے؟ آپ سے یہ کوئی نہیں پوچھے گا۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟

اخبارات لکھتے ہیں کہ آزادی کا غلط استعمال ہو رہا ہے، لیڈران کہتے ہیں کہ حکمراں نا اہل ہیں، عوام کا خیال ہے کہ پولیس خود بدمعاش ہے، خواص فرماتے ہیں کہ قانون کا احترام اُٹھ گیا ہے، دہشت گرد سر اٹھا کر شور مچاتے ہیں کہ ہمیں دوسرے درجہ کا شہری بنا دیا گیا ہے، حکومت ارشاد فرماتی ہے کہ اپوزیشن انتظام میں رخنے ڈالتی ہے، اقلیتیں سمجھتی ہیں کہ ہمارا استیصال کیا جا رہا ہے، اکثریت کا گمان ہے کہ ہماری من مانی میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں، فرقہ پرست چلّاتا ہے کہ مسلمان سرکش ہیں، اہل اسلام رو رہے ہیں کہ ہندو ظالم ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ سب ہی صحیح کہتے ہیں اور جب سب ہی ٹھیک تشخیص کرتے ہیں تو اس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ انسان کا خون اور سستا ہوگا، یہ لاشیں اور بے قیمت ہوں گی ۔۔۔ پھر کوئی تدبیر ہے اس سیلابِ غم پر بند باندھنے کی؟ کسی ہندو، کسی عہدے دار، کسی پارٹی باز، کسی زباں دراز کے پاس؟ نہیں بلکہ کسی متحدہ اقوام، انجمن اقوام عالم کے پاس؟ اس کی جنرل کونسل یا اسلامی کونسل کے پاس؟ اگر نہیں ہے اور قطعی نہیں ہے تو کیا دنیا خودکُشی کرلے گی؟ اجتماعی خودکُشی؟ میرا جواب ہے کہ دریں چہ شک؟۔

لیکن ذرا ٹھہریئے! آیئے مذاہب عالم سے پوچھیں، وہ کیا فرماتے ہیں تو وید مقدس کہتا ہے کہ میں سیاست سے سنیاس لے چکا ہوں، مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ بدھ مت اعلان کر رہا ہے کہ میری خانقاہوں کا سکون سیاسی ہواؤں نے درہم برہم کر دیا ہے، میں کیا عرض کروں، یہودیت چیخ رہی ہے کہ مجھے غرض مندوں نے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا ہے اور چاروں طرف سے گولیاں برس رہی ہیں، میں کسی کو کیا بتاؤں۔ عیسائیت کہتی ہے کہ میں نے قیصر کو سیاست دے کر کلیسا میں پناہ لے لی ہے، مجھ سے قیصر کی بات مت پوچھو، مسلمان تقریر کر رہا ہے کہ میں ہنس کی چال چلا تھا اور اپنی چال بھی بھول گیا، اب اس میدانِ تیہ سے کیا بولوں۔ اسلام کہتا ہے، قرآن کھول کر پڑھو ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوا لوگوں کے اپنے اعمال کی بدولت) ۔۔۔ وَفِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (اور قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو!)

حدیث رسول ﷺ پڑھو تو اس نے مرض بھی بتایا ہے، اس کے اسباب بھی اور اس کا علاج بھی، تفصیل کے لئے یہ کتابچہ پڑھئے اور اجمالی طور پر چند حدیثیں سن لیجئے:

مرض کیا ہے؟ **لاتقوم الساعة حتیٰ یکثر الهرج، قالوا وما الهرج یا رسول الله ﷺ قال القتل القتل** (قیامت آ نہیں سکتی جب تک کہ ہرج کی کثرت نہ ہو جائے، صحابہ نے عرض کیا ''ہرج'' کیا ہے یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا قتل، قتل)۔ دوسری حدیث میں اس کی تفصیل ہے: **لایدری القاتل فیم قتل ولا المقتول فیم قتل** (قاتل کو کچھ پتہ نہ ہوگا کہ وہ کس بنا پر قتل کر رہا ہے اور مقتول کو بھی خبر نہ ہوگی کہ کس جرم میں اسے مارا جا رہا ہے)

یہ ہے انسان کا مرض الموت، اس کی تشخیص چودہ سو سال پہلے کی گئی تھی، کہ زمانہ اپنے ہاتھوں اس طرح نسل کشی کرے گا اور خوشی خوشی کرے گا، چنانچہ وہ کرنے لگا۔

سبب کیا ہے؟ ارشاد ہے کہ انسانیت کا احترام اُٹھنے نہ پائے ورنہ بند ٹوٹ جاوے گا، مگر وہ ٹوٹ گیا اور ہماری گمراہی سے ٹوٹا، ارشاد ہے **لاترجعوا بعدی ضلالا**۔۔۔ پھر اس کی شرح فرماتے ہیں **یضرب بعضکم رقاب بعض**، مگر یہ نتیجہ کس بات کا ہے تو علماء کہتے ہیں:

قادر مطلق خدا پر ایمان نہیں رہا، آخرت کی جوابدہی کا احساس ختم ہو گیا، اللہ پر ایمان کمزور ہو گیا۔ اس لئے انسانیت کا سدھار پھر ہوگا تو اسی نسخے سے ہوگا، اسی ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرت سے ہوگا۔۔۔ اگر وہ نہیں تو قتل، خون خرابہ اور فساد کے سوا کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔

حرفِ اول

۹/ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ کو مدرسہ ریاض العلوم گورینی کے استاذ مولانا جمیل احمد صاحب نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ سرائے میر ضلع اعظم گڈھ کے پاس مسلمانوں کے ایک گاؤں میں ایک چچا نے اپنے سگے بھتیجے کو اپنے بیٹوں اور دوسرے بھتیجوں کی مدد سے نہایت بے دردی کے ساتھ مار ڈالا۔ مقتول کا باپ وفات پا چکا تھا۔ چچا کو اندیشہ تھا کہ مقتول بھتیجا اپنے باپ کی وراثت طلب کرے گا۔ ایک تالاب مشترک تھا، اسی میں اس نے اپنا حصہ لینا چاہا تھا۔ چچا اور دوسرے بھتیجے دینا نہیں چاہتے تھے، پہلے سے منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ مقتول اپنے کھیت میں کچھ کام کر رہا تھا، قاتلوں نے دھوکے سے اسے اپنے پاس بلا کر وہ درندگی دکھائی کہ ظلم و بربریت کو بھی پسینہ آ گیا۔

پہلے اسے تابڑتوڑ لوہے کی سلاخوں سے مارا، پھر ایک لمبا پیچکس اس کے کان میں ڈال کر آر پار کر دیا، سینے میں اس کو بھونکا، اسی سے پیٹ پھاڑ ڈالا، غرض ایسی بے رحمی سے قتل کیا کہ سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ مقصد بھی پورا نہ ہوا۔ سب قاتل گرفتار ہو گئے، جس مال کی تحصیل کے لئے خون میں ہاتھ رنگا تھا، اب وہ دوسروں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ اس خبر سے دل و دماغ پر بجلی سی گر گئی، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، مسلمانوں کی جان کے دشمن اس ملک میں دوسرے تو ہیں ہی، فرقہ وارانہ فسادات نے قومِ مسلم کو نیم جاں کر رکھا ہے، کسی وقت اطمینان کی سانس میسر نہیں، نہ معلوم کب کہاں فساد کا

لاوا پھوٹ پڑے ۔ میرٹھ عرصہ سے جل رہا ہے ، پورا ملک فرقہ واریت کے آتشگیر مادہ کی زَد میں ہے ، عصمتیں لوٹی جارہی ہیں ، معصوم بچوں کو ماؤں کی گود سے چھین کر نیزوں پر اچھال دیا گیا ہے ، نوجوانوں کی جماعت کی جماعت گولیوں سے بھون دی گئی ہے ، جیل خانے مسلمان قیدیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ پڑ گئے ہیں ۔ ایسے میں ضروری تھا کہ مسلمان آپس کے اختلافات بھلا کر ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرتے ، بھائی چارگی کی فضا بناتے ، باہمی اتحاد پیدا کر کے خدا کی رحمت کو اپنی جانب متوجہ کرتے ، لیکن آہ یہ بدنصیب قوم ! جب دوسری قومیں ان کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کی تیاریاں کررہی ہیں ، تیاریاں کیا ؟ مسلسل خون پی رہی ہیں ، ان کی جان ومال اور عزت وآبرو سے ہولی کھیل رہی ہیں ، عین اسی وقت یہ خود ہتھیار سنبھال کر اپنے ہی بھائیوں کا گلا کاٹ رہی ہے ، غیروں کے ہاتھ سے طمانچے لگ رہے ہیں لیکن خود اس کا ہاتھ آپس کی گھونسہ بازی سے فرصت نہیں پارہا ہے ۔ حوادث ومصائب دلوں پر دستک دینے میں ناکام ہورہے ہیں ، ایک مختصر سی اونہہ کر کے پھر یہ باہم برسر پیکار ہوجاتی ہے ۔

صدمہ ہوا اور شدید صدمہ ہوا ، لیکن کر کیا سکتا تھا ، کون سنتا ہے فغانِ درویش ، قہر درویش بر جانِ درویش ، حالات پر نظر پڑتی ہے تو ہمت جواب دے جاتی ہے ، کس سے کہا جائے اور کس کو سنایا جائے ، جب کچھ بس نہیں چلا اور دل کا درد باہر نکلنے کیلئے بے تاب ہوا تو قلم اُٹھایا ، جانتا ہوں کہ کون پڑھے گا ؟ اور اس کا کیا اثر ہوگا ؟ لیکن دل سے جو گرم گرم دھواں اُٹھ رہا تھا ، اسے الفاظ ومعانی کا رَوزَن تو مل جائیگا ، سینے کی جو آہ عرش تک جاسکے وہ مجھ کم نصیب کو کہاں نصیب ؟

تاہم سفینہ پر تو اُتر آئے گی ، لیکن کیا عرض کروں ، کیا دل کی یہ سوزش ختم ہوگئی ؟ ختم تو کیا ہوتی فزوں تر ہوگئی ۔

کاش ! یہ باتیں کسی کے دل تک پہونچ جاتیں ، خیر اللہ مالک ہے ، اس کی قدرت بڑی ہے ۔ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

اعجاز احمد اعظمی

۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قتل ناحق

فتنوں کی بارش:

فتنے تو بہت ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک، اور ان فتنوں کی تاریکیاں ایک دوسرے پر چڑھتی چلی آرہی ہیں، حق وناحق کا امتیاز ختم ہوتا جارہا ہے، قربِ قیامت کی نشانیاں یکے بعد دیگرے یوں رُونما ہوتی جارہی ہیں جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہواور اس کے دانے مسلسل نکل نکل کر بکھر رہے ہوں، آج کی بات نہیں ہے، چودہ سو سال پہلے مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) کی ایک قلعہ نما عمارت (جس کو عربی میں ''اطم'' کہتے ہیں) کی چھت پر دوربین ودوررَس نگاہوں والا، حریم قدس کا سب سے بڑا محرمِ راز پیغمبر اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہا تھا:

ھل ترون ماأریٰ، جو کچھ میں دیکھ راہ ہوں، کیا تمہیں بھی نظر آرہا ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا، **انی لأریٰ مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر**، میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کو اس طرح برستے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطرات برستے ہیں۔

اس وقت جبکہ آفتابِ نبوت جگمگا رہا تھا، روشنی کی تہوں میں ظلمات کی ریزشیں بھلا کسے نظر آسکتی تھیں، لیکن وہ قدسی پیمبر جو سارے عالم کو ہدایت کا نور بخشنے کے لئے آیا تھا، ایسا کیونکر ہوتا کہ تاریکیوں کو وہ اندھیرے میں چھوڑ دیتا، اس کی عقابی نگاہوں نے نور کے پَردوں میں جھانک کر مستقبل کے سینے میں چھپی ہوئی تاریکی کا راز فاش کیا تاکہ آنے والی نسل شروع ہی سے خبردار ہو کر اس وادیٔ ظلمات میں روشنی کا انتظام کرلے، امت ہر زمانے میں اس ''مَوَاقِعُ الْفِتَنْ'' کا تماشا دیکھتی رہی، بچنے والے اس سیلابِ بلا سے بچنے کی کوشش کرتے رہے، کوشش کرنے والے خود کو بچانے میں کامیاب بھی ہوتے رہے۔

ہولناک ترین فتنہ:

امت نے آپ کے منھ سے نکلے ہوئے یہ بول جب سنے تھے، اس پر ایک مدت بیت چکی، صدیاں گزر گئیں اور ہر پچھلی صدی، اگلی صدی کے مقابلے میں زیادہ شدت کے ساتھ اس کے ظہور کا تماشا دیکھتی رہی، اور آج تو ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہی دور اِن ساری پیشن گوئیوں کو واقعہ بنا کر رکھ دے گا، جن سے پناہ مانگتے ہوئے اگلے بزرگ اپنا دامن بچالے گئے، لیکن بارش کی طرح برسنے والے ان فتنوں میں سب سے زیادہ ہولناک اور خونیں فتنہ کیا ہے؟ اس کو بھی بتانے والا اسی وقت بتا کر فارغ ہو چکا ہے۔

لاتقوم الساعة حتیٰ یکثر الهرج ۔
قیامت آنہیں سکتی جب تک کہ ہرج کی کثرت نہ ہوجائے۔
سننے والے چونکے اور بول اُٹھے:

وما الهرج یارسول اللہ قال القتل القتل۔
اے اللہ کے رسول ہرج کیا ہے؟ فرمایا قتل ہے قتل!

اپنے ماحول پر ایک اُچٹتی ہی نگاہ ڈال لیجئے، گرد وپیش کا سرسری ہی جائزہ لے لیجئے، دیکھئے کہ روزمرہ پیش آنے والے واقعات میں سب سے زیادہ

بھیانک اور وحشت ناک کون سا واقعہ ہے جو انسانوں کی نیند حرام کئے ہوئے ہے ؟ کیا وہ قتل وخونریزی کی وبا کے علاوہ کوئی اور چیز ہے، کبھی سنا کرتے تھے کہ قتل ایک غیر معمولی واقعہ ہوتا تھا، کہیں اتفاقاً ہوجاتا تو علاقے کا علاقہ تھرّا اُٹھتا، دس دس کوس تک زمین دہل جاتی، حتیٰ کہ مشرق کا قتل ناحق مغرب میں زلزلہ ڈال دیتا، لیکن کیا اب بھی ایسا ہی ہے؟ جب انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح مار دیا جاتا ہے، دیکھنے والا بڑا باتوفیق ہوا تو ایک آدھ افسوس کا کلمہ کہہ کر اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوجاتا ہے، ورنہ بیشتر تو وہ ہوتے ہیں جو کوئی تفریحی فقرہ کہہ کر منہ کا مزہ بدل لیتے ہیں، اب یہ فتنہ عمیاء (اندھا فتنہ) یہاں تک پہونچ گیا ہے کہ نہ قاتل جانتا کہ میں کیوں قتل کررہا ہوں اور نہ مقتول کو خبر کہ میری شہ رگ کس جرم میں کاٹی جارہی ہے، سن لو بتانے والے نے یہی بات ہزار برس پہلے بتائی تھی۔

والذی نفسی بیدہٖ لاتذھب الدنیا حتیٰ یاتی علی الناس یوم لایدری القاتل فیم قَتَلَ ولا المقتول فیم قُتِلَ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے دنیا کا خاتمہ اس وقت تک نہ ہوگا جبتک کہ ایسا وقت نہ آجائے کہ قاتل کو کچھ پتہ نہ ہوگا کہ وہ کس بنا پر قتل کررہا ہے اور مقتول کو بھی خبر نہ ہوگی کہ کس جرم میں اسے مارا جارہا ہے۔

آفتابِ نبوت کی روشنی میں جو لوگ آنکھیں کھول رہے تھے انھیں شبِ ظلمات میں ابھرنے والا یہ واقعہ کیونکر سمجھ میں آسکتا تھا، حیرت سے پوچھا **فقیل کیف یکون ذٰلک** ؟ کہ ایسا کیونکر ہوگا۔ **قال الھرج**، فرمایا کہ قتل عام ہوجاوے گا۔

آج جن آنکھوں کو اس فتنۂ عمیاء نے اندھا نہیں بنادیا ہے، نگاہوں میں روشنی کی معمولی کرن بھی موجود ہے وہ صاف دیکھ رہی ہیں کہ جو کچھ صدیوں پہلے نبی امّی (روحی فداہ) پر کھولا گیا تھا، آج حرف بحرف وہی نقشہ واقعات کی شکل میں سامنے آتا جارہا ہے۔

مصائب بہت ہیں، آفات کی گنتی نہیں، اور ہر آفت ایسی کہ آدمی یہ خیال کرے کہ اب اس سے بڑھ کر دوسری آفت کیا ہوگی، لیکن جونہی دوسری بلا ظہور کرتی ہے تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے پچھلی مصیبت کچھ نہ تھی، مگر ایک مصیبت جو آج اگر عظیم ہے تو کل بھی عظیم تھی، اس کی ہولناکی جیسی اب ہے پہلے بھی ویسی ہی تھی، وہ یہی بلاءِ عظیم ہے، جو قتل ناحق کی صورت میں انسانی جانوں کو فنا کے گھاٹ اتارتی ہے جہاں انسان ہی نہیں بلکہ انسانیت دم توڑتی جاتی ہے۔

اہل اسلام کا حالِ زار:

تاہم بڑا عبرت خیز اور افسوسناک واقعہ یہ ہے کہ وہ امت جو دنیا میں اس لئے برپا کی گئی تھی کہ دنیا کا ظلم وستم ختم ہو، مظلومیت اس کی پناہ میں چین کی سانس لے سکے، کمزور وبے بس اور ساری دنیا کا کچلا ہوا انسان اس کے سہارے قوت حاصل کرے، وہی امت آج دوسروں کا ظلم کیا روکتی، خود آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کا کوڑا برسا رہی ہے، دوسری قوموں نے جو حال ہمارا کر رکھا ہے وہ خود ایک تماشا ہے، ساری دنیا کو چھوڑیئے ایک ہندوستان کو لے لیجئے جب سے مسلمانوں کی حکومت لٹی ہے، غیروں نے ہماری کیا کیا گت بنائی ہے؟ اس ملک میں ہم کیا ہیں؟ چراغِ کشتۂ محفل (۱) ہیں، جس سے دھواں اب تک اُٹھ رہا ہے،

---

(۱) چراغِ کشتۂ محفل، محفل کا بجھایا ہوا چراغ، جو تھوڑی دیر دھواں پھینکتا رہتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کے مشہور شعر کی طرف اشارہ ہے

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام ونشاں کب تک
چراغِ کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک

لیکن ہمارے مہربانوں کو یہ دھواں بھی ناگوارِ خاطر ہے، ایسی صورت میں اہل اسلام کا فرض تھا کہ اپنے انفرادی واجتماعی اختلافات کی پستی سے ذرا اوپر اُٹھتے اور وحدتِ اسلام کی رسی تھام کر دوسروں کو سر توڑ جواب دیتے، نہ سہی یہ کہ دوسروں کو اپنے حلقہ میں لے لیتے، یہ تو ہوتا کہ دوسروں کو اپنے حصار میں فاتحانہ داخل نہ ہونے دیتے، لیکن کسی اور کو کیا کہئے اور کس منہ سے کہئے، جبکہ خود اپنوں نے یہ وحدت پارہ پارہ کی، خود اپنا حصار انھیں نے توڑا، جس ملت کے قانون میں عام انسانوں کی زندگی کی ضمانت تھی، آج اسی کے ہاتھ ایک دوسرے کے گلا گھونٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں پر کیا نظر اُٹھایئے جنھیں خدا سے سروکار نہیں، آخرت سے وہ غافل ہیں، جنت وجہنم کو صرف خوش فہمی سمجھتے ہیں، جن کے نزدیک ''مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا'' ہی سب کچھ ہے، وہ اگر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹیں تو عین ممکن ہے کیونکہ ان کے سامنے اس زندگی کے بعد دوسری زندگی کا نقشہ نہیں ہے لیکن جس قوم کا ایمان یہ ہو کہ یہ دنیا ایک رہ گزر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی پھر جونہی آنکھیں بند ہوں گی اپنے مالک ومولیٰ کے حضور اپنے کئے دھرے کا کچا چٹھا پیش کرنا ہے، اسے کیسے جرأت ہوتی ہے کہ جس کام کو اسی مالک نے جس مالک کے سامنے بالآخر حاضری ہے، جرم اور بدترین جرم قرار دیا ہے، اسی کے ارتکاب کی جرأت کر بیٹھے۔

خونِ مسلم کی حرمت:

خدا کا آخری پیغمبر جس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، اپنے دور کے آخری عظیم الشان مجمع میں آخری نصیحتیں کر رہا ہے، منیٰ کی مقدس وبابرکت وادی ہے، رحمت عامہ کے پروانے تقسیم ہو چکے ہیں، اور ابھی تقسیم ہو بھی رہے ہیں، مغفرت کا سَیلِ رَواں بہہ رہا ہے، وادی منیٰ کی آغوش میں ان مقدس اور برگزیدہ نفوس انسانی کا مجمع ہے، جن سے بہتر مجموعی لحاظ سے نہ اس سے پہلے کوئی مجمع ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، اور دن کون سا؟ قربانی کا مقدس اور بابرکت دن! غرض بڑے سے بڑا تقدس واحترام جو تصور میں آسکتا ہے وہ یہاں موجود ہے، اس پاکیزہ اجتماع میں عالم انسانیت کا سب سے بڑا اقدسی صفت بزرگ، خدا کا آخری پیغمبر اپنی معجزانہ بلاغت کے ساتھ ایک مختصر تمہید کے بعد پوچھتا ہے:

أی شهرٍ هٰذا کون سا مہینہ ہے یہ؟

کون نہیں جانتا تھا کہ یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے جو ایک قابل احترام مہینہ ہے، اس ماہ مبارک میں اہل عرب لڑنے بھڑنے، اور قتل وخونریزی کو حرام اور سخت حرام سمجھتے تھے، پھر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ ضرور کوئی خاص بات ہے، اس مہذب ومؤدب گروہ نے معاملہ سمجھ لیا، ادب سے بھرپور جواب دیا:

قلنا: الله ورسولهٗ أعلم ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ واقف ہیں۔

فسکت حتیٰ ظننا أنهٗ سیسمیه بغیر اسمهٖ۔ آپ خاموش رہے، ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔

قال: ألیس ذاالحجة؟ فرمایا کہ یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟

قلنا: بلیٰ ہم نے کہا یقیناً

قال: أی بلد هٰذا؟ یہ شہر کون سا ہے؟

قلنا: الله ورسولهٗ أعلم ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ واقف ہیں۔

فسکت حتیٰ ظننا أنهٗ سیسمیه بغیر اسمهٖ۔ آپ خاموش رہے، ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔

قال :أليس البلدة الحرام؟ فرمایا کہ یہ بلدہ حرام (مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟

قلنا :بلیٰ ہم نے کہا یقیناً

قال :فأی یومٍ ھٰذا؟ پھر ارشاد ہوا اچھا دن کون سا ہے؟

قلنا:اللہ ورسولهٗ أعلم ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ واقف ہیں۔

فسکت حتیٰ ظننا أنهٗ سیسمیه بغیر اسمهٖ۔ آپ خاموش رہے، ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔

قال: أليس ھٰذا یوم النحر ؟ فرمایا، کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟

قلنا: بلیٰ ہم نے عرض کیا یقیناً

اب سنئے اس عظیم تمہید کا عظیم تر نتیجہ جو آپ کے پیغمبرانہ جلال وجمال کا ایک زبردست پیکر ہے، آج بھی پڑھنے اور سننے سے دل ودماغ ایک گہری تاثیر میں ڈوب جاتے ہیں، فرمایا:

فان دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا فی شهرکم ھٰذا۔ اچھا خوب سن لو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ٹھیک اسی طرح محترم ہے جیسا تمہارا یہ دن، تمہارے اس مقدس شہر میں، تمہارے اس مبارک مہینے میں لائقِ حرمت ہے۔

اللّٰہ اکبر! مومن کی جان ومال اور عزت وآبرو کو رفعت وبلندی کی کس

معراج پر پہونچا دیا، پھر اسی پر بس نہیں آگے تنبیہ فرماتے ہیں:

وستلقون ربکم فیسالکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعضٍ۔ اور وہ وقت آہی رہا ہے کہ تم اپنے رب سے ملوگے تو وہ تمہارا عمل دریافت کرے گا، خبردار میرے بعد گمراہ ہوکر پلٹ نہ جانا (وہ گمراہی کیا ہے؟ یہی) کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ جاؤ۔

اللہ کا نبی چاہتا ہے کہ میرا یہ پیغام دلوں پر ایسا گہرا نقش بن کر جمے کہ اس کی تازگی کو کوئی چیز مٹا نہ سکے، اس لئے اس ارشاد میں آخری حد تک زور بھرتے ہیں، ارشاد ہوا:

ألا ھل بلّغتُ ؟ سنو سنو! کیا میں نے خدا کا پیغام پہونچا دیا؟

قالوا : بلیٰ سب بیک زبان بولے، بے شک

آپ نے خدا کو گواہ بنایا۔

اللٰھم أشھد اے اللہ آپ گواہ ہیں۔ (اسے تین مرتبہ دہرایا)

لیکن پھر خیال ہوا کہ سامعین کا ایک جم غفیر تو یہاں ضرور ہے، لیکن امت کے اس بڑے طبقے کا انتظام کیا ہوگا جس نے ابھی پردۂ عدم سے قدم بھی باہر نہیں رکھا ہے، پیغمبر کی نگاہ میں وہ طبقہ بھی موجود ہے، معاً ارشاد ہوا:

فلیبلّغ الشاھدُ الغائبَ فرُبَّ مبلغ اوعیٰ من سامع۔ (مسلم شریف)

حاضرین، دوسروں کو یہ پیغام پہونچا دیں، ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دوسرے لوگ اصل سامعین سے زیادہ بات کو سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ خونِ مومن کی عظمت واہمیت خدا کے اور خدا کے

رسول کے نزدیک کیا ہے جبکہ وہ ہمارے ملک میں اتنا بے وقعت ہوگیا ہے کہ جب چاہیں چند کاغذی سکوں کے غرور میں اسے بہا دیں۔

خونِ مسلم کی عظمت:

مومن کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو کی عظمت ورفعت کا اندازہ انسانیت کے سب سے بڑے محافظ وپاسباں کی زبان سے آپ نے سن لیا۔ اگر آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا ہوتا، اس کے علاوہ اور کچھ اس باب میں آپ کا ارشاد نہ ہوتا، جب بھی سمجھنے والوں کے لئے بہت کافی تھا، لیکن مہربان ومشفق معلم نے اس سبق کو اتنی بار دہرایا ہے کہ غبی سے غبی انسان کو بھی کوئی عذر باقی نہ رہا، مشہور محدث امام بیہقیؒ نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لو أن أهل السماء وأهل الارض اشتركوا فی دم مومن لأكبهم الله جميعاً في النار۔ اگر تمام اہل زمین اور تمام اہل آسمان ایک مومن کے قتل ناحق میں شریک ہوجائیں تو بھی اللہ تعالیٰ سب کو جہنم میں جھونک دیں گے۔

ظاہر ہے کہ آسمان جس برگزیدہ اور معصوم مخلوق سے معمور ہے کون نہیں جانتا۔ اور زمین کی پشت پر کیسی کیسی مقدس ہستیاں آباد ہیں، جن کا قدم فرشتوں سے بھی آگے ہے، کیا ان کے بارے میں کبھی قتل مومن کا وسوسہ بھی آسکتا ہے، لیکن مومن کی جان کی عظمت ایسی ہے کہ اس کا بیان بجز اس تعبیر کے اور کس طرح کیا جائے؟ یہ مبالغہ نہیں ہے، کلامِ نبوت مبالغہ آرائی کے شوشہ سے پاک اور

بمراحل دور ہے، حرف بحرف مبنی برحقیقت ہے کہ ایک مومن کی جان خدا کے نزدیک اتنی ہی بزرگ اور اہم ہے کہ ساری مخلوق اگر اس کے قتل ناحق میں شریک ہو تو جہنم میں جھونک دی جائے۔

ساری دنیا سے بڑھ کر:

لگے ہاتھوں رسول اکرم فداہ ابی وامی ﷺ کا ایک اور ارشاد سنتے چلئے۔ آپ کے یہ ارشادات بجائے خود نبوت کی صداقت کے لئے ناقابل تردید دلائل ہیں۔ انبیاء **علیھم السلام** اور ان کے پیروکاروں کے علاوہ دنیا کے کسی ریفارمر اور کسی مصلح کے یہاں انسانی جان کی اس درجہ حرمت وتعظیم کا تصور ہرگز نہ ملے گا، امام بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ

واللہ للدنيا ومافيها أهون على الله من قتل مسلم بغير حق۔

واللہ خدا کے نزدیک مسلمان کے قتل ناحق کے مقابلے میں دنیا ومافیہا سب کچھ ہیچ ہے۔

یہ اس صادق ومصدوق کا کلام ہے جسے نہ فن شعر سے مناسبت ہے اور نہ وہ آپ کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، شاعر مبالغہ آرائی کرتا ہے، زمین کے قلابے آسمان سے ملاتا ہے، مگر نبوت؟ یہ بے کم وکاست صداقت کا نام ہے، نبوت نے خونِ مسلم کا جو مقام متعین کیا ہے بھلا اس عظمت ورفعت تک کس کی نگاہ پہونچ سکتی تھی۔

خون کے چھینٹوں نے حساب صاف کردیا:

میدانِ حشر میں جب سارا عالم حساب وکتاب کی دشواریوں میں درماندہ وسراسیمہ ہوگا، بڑے بڑے لوگ ہوش وحواس کھو چکے ہوں گے عبادوزہاد

بھی باز پرس کے اندیشہ سے لرزاں وترساں ہوں گے، ایک مومن ایسا بھی ہوگا جو بجائے اس کے کہ اپنے نامۂ اعمال کی پیشی سے خوفزدہ ہو، وہ دوسروں کا حساب لینے دربارِ الٰہی میں جا پہونچے گا، یہ کون خوش نصیب ہے؟ وہی مظلوم مقتول، جس کے خون کے چھینٹوں نے اس کا نامۂ اعمال دھوکر پاک کردیا تھا۔

امام بیہقی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

> ''مقتول مسلمان قیامت کے دن (اپنے قاتل کے انتظار میں) بیٹھا ہوگا، جب اس کے قاتل کا اس کے پاس سے گزر ہوگا تو وہ اس کو پکڑ کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوگا اور عرض کرے گا، بارِ الٰہا! اس سے پوچھئے کی اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ خداوند تعالیٰ اس سے سوال فرمائیں گے کیوں جی؟ تم نے اسے کیوں مارا تھا؟ وہ کہے گا مجھے فلاں شخص نے حکم دیا تھا، پھر دونوں (قاتل اور حکم دینے والے) کے عذاب کا فیصلہ ہوگا''

امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

> ''مومن مقتول اپنے قاتل کا سر اور اسکے بال پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کرے گا اور حال یہ ہوگا کہ اسکی رگوں سے خون اُچھل رہا ہوگا، اور عرش کے پاس لے جاکر عرض کرے گا کہ پروردگار اس نے مجھے قتل کیا تھا''

تلاش کرنے والوں کو اس طرح کی روایات ذخیرۂ احادیث میں بہت ملیں گی جن کی روشنی میں خون مسلم کی حرمت وتعظیم کا مقام متعین ہوتا ہے، مسلمان جس کا ایمان اللہ پر اور یوم آخرت کی پیشی پر ہے، اسے تو یہ تصور بھی رَوا نہیں کہ کسی بے گناہ کے خون میں اپنا ہاتھ رنگے، خون ناحق کا داغ تو جہنم کی بے پناہ

حرارت بھی بمشکل مٹا سکے گی۔

قتل ناحق پر سلبِ ایمان کا خطرہ:

اس گناہ کی نحوست اس درجہ شدید ہے کہ ایمان جیسی متاعِ گرانمایہ کے چھن جانے کا اس کی بنا پر خطرہ لاحق ہوتا ہے، بلکہ ایسا واقعہ ہو بھی چکا ہے، ایسے گناہ گار کو زمین نے قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔ علامہ ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک بہت ہی عبرت خیز اور سبق آموز واقعہ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ

> رسول اللہ ﷺ نے کسی سریّہ میں معلم بن جثامہ نامی شخص کو بھیجا، اسے کہیں راہ میں عامر بن اضبط نامی آدمی ملا، عامر نے مسلمانوں کے طریقہ پر سلام کیا (جو اس کے مسلمان ہونے کی دلیل تھی) ان دونوں کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں کچھ دشمنی رہ چکی تھی، آج معلم کو موقع مل گیا، اس نے تیر کا نشانہ اس پر لگا دیا اور عامر کی موت واقع ہوگئی، رسول اللہ ﷺ کو اسکی اطلاع ہوئی، (آپ سخت رنجیدہ ہوئے) معلم آپ کی خدمت میں دو چادروں میں لپٹا ہوا آیا، اور آپ کے حضور بیٹھ کر استغفار کی درخواست کی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ **لا غفر اللہ لک**، خدا تمہاری مغفرت نہ فرمائے، معلم وہاں سے اُٹھ کر روتا ہوا چلا گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد مر گیا، جب اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے اگل دیا، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا زمین تو اس سے بدتر لوگوں کو قبول کرلیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے اس شخص کو تمہارے لئے عبرت ونصیحت کا سامان بنادیں، پھر لوگوں نے

اسے ایک پہاڑی پر پھینک دیا اور اس پر کنکر پتھر ڈال دیئے۔

یہ حشر ہے قتل ناحق کا، کہ نہ نبی کا استغفار حاصل ہوا اور نہ زمین نے قبول کیا بلکہ الٹے نبی کی بددعا لگی اور عالم میں رُسوا ہوا۔

کلمہ نصیب نہیں ہوا:

امام بیہقی نے محمد بن عجلان سے نقل کیا ہے کہ

ایک بار میرا قیام اسکندریہ میں تھا، ایک شخص جس سے بڑھ کر متقی اور خدا ترس آدمی ہماری نگاہ میں دوسرا کوئی نہ تھا، جب وہ مرنے لگا تو ہم نے اسے حسب دستور کلمۂ توحید کی تلقین شروع کی، لیکن عجب تماشا تھا کہ جب اس سے سبحان اللہ، الحمد للہ کہا جاتا تو وہ زبان سے یہ کلمات ادا کرتا، لیکن جب ہم لا الہ الا اللہ پر پہونچتے تو اس کے کہنے سے وہ انکار کر دیتا، ہم نے اس سے کہا کہ تم سے بڑا متقی ہم خدا کے بندوں میں کسی دوسرے کو نہیں سمجھتے، پھر کیا بات ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہنے پر قادر نہیں ہو، اس نے نہایت حسرتناک جواب دیا کہ کہنا چاہتا ہوں مگر میرے اور اس کے درمیان سخت حجاب حائل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنی جوانی میں ایک خونِ ناحق کیا تھا۔ **اعاذ نا اللہ منہ**

قتل ناحق کفر کے ہم پایہ ہے:

اور یہ کچھ انہونی بات نہیں ہے، قتل ناحق جو بالقصد کیا گیا ہو قرآن کریم نے اس کی جو سزا مقرر کی ہے وہ کفر کی سزا کے ہم پایہ ہے، کون نہیں جانتا کہ کفر وشرک آدمی کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔ قرآن کریم اعلان کرتا ہے کہ مسلمان کا قتل ناحق جو عمداً کیا گیا ہو اس کی بھی سزا یہی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِيْما، اور جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ غضبناک ہوا، اور اس پر لعنت بھیجی، اور اس کیلئے سخت ترین عذاب مقرر کیا۔

آیت کا لفظ لفظ اس جرمِ عظیم پر خدا تعالیٰ کے قہر وغضب کی شدت کو ظاہر کر رہا ہے، یہ آیت اپنے ظاہری معنیٰ کے لحاظ سے اس باب میں قولِ فیصل ہے کہ قتل ناحق کا مرتکب اپنی سزا کے اعتبار سے کفار ہی کے زمرے میں ہے، نہ کبھی اس پر بخشش کا دروازہ کھلے گا، نہ خدا کا غضب اس پر سے ہٹے گا، اور نہ وہ لعنت سے کبھی چھٹکارا پائے گا، ہمیشہ کیلئے ''عذاب عظیم'' میں گرفتار رہے گا، بعض صحابہ کرام اسی مطلب کو آیت کی مراد متعین کرتے ہیں، وہ اس میں کوئی تاویل وتوجیہ پسند نہیں کرتے، تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال یہی تھا کہ قاتلِ مومن کی بخشش نہیں ہوسکتی اور نہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

امام نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ

ان کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو عمداً قتل کر دیا، اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ **جَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِيْما**، اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے، اور اللہ نے اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ یہ آیت، ان آیات میں سے ہے جن کا نزول عہدِ رسالت کے آخری دور میں ہوا ہے، اس آیت کو منسوخ کرنے والا کوئی دوسرا حکم سرکارِ دوعالم ﷺ کی وفات تک نازل نہیں ہوا، اور آپ کے بعد تو وحی کے اترنے کا سوال ہی نہیں، پوچھنے والے نے پھر عرض کیا کہ حضرت یہ بتائیے کہ اگر وہ توبہ کرلے اور ایمان قبول کر کے عمل صالح کرے اور سیدھی راہ پر قائم رہے جب بھی؟ آپ نے فرمایا اس کے واسطے توبہ کہاں؟ میں نے خود جناب نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ اس کو اس کی ماں روئے۔ ایک نے دوسرے کو بالقصد قتل کیا، وہ مقتول اپنے قاتل کو دائیں یا بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس طرح لائے گا کہ اس کا اپنا سر دوسرے ہاتھ میں ہوگا، اور اس کی رگوں سے خون اچھل رہا ہوگا، عرش کے پاس جا کر عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار! اس سے پوچھئے کہ کس جرم میں اس نے مجھے قتل کیا تھا؟

بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ پر سورۂ فرقان کی مندرجہ ذیل آیت سے اشکال کیا کہ قاتل کیلئے توبہ کی گنجائش ہے۔

وَالَّذِیْنَ لَایَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً آخَرَ وَلَایَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا یُضٰعَفُ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُوْلٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّأٰتِھِمْ حَسَنَاتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْراً رَّحِیْماً

اور وہ لوگ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو اللہ نے منع کردی ہے مگر جہاں چاہئے، اور بدکاری نہیں کرتے

، اور جو کوئی یہ کام کرے وہ جا پڑا گناہ میں، دونا ہوگا اس کو عذاب قیامت کے دن، اور پڑا رہے گا اس میں خوار ہو کر، مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا، اور کیا کچھ نیک کام، سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ (شیخ الہند)

اس کا جواب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے:

اذا دخل الرجل فی الاسلام وعلم شرائعه وامره ثم قتل مومناً متعمداً فجزاءه جهنم لا توبة له

جب آدمی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا تو اسے احکام شرع اور اوامر کا علم حاصل ہوگیا، پھر اس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے، اس کے حق میں توبہ نہیں۔

اور رہی سورۂ فرقان کی آیت تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا:

فانها لما نزلت قال المشرکون من اهل مکة فقد عدلنا بالله وقتلنا النفس التی حرم الله بغیر الحق واتینا الفواحش فما نفعنا الایمان فنزلت الا من تاب وآمن الخ لا ولئک.

جب آیت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم نے تو شرک بھی کیا، قتل ناحق بھی کیا، اور فواحش کا بھی ارتکاب کیا، اب اسلام لانے سے ہمارا کیا نفع؟ (ہمیں تو جہنم ہی میں رہنا ہوگا) اس پر **الامن تاب و آمن** والی آیت نازل ہوئی تو یہ ان مشرکین کے لئے ہے۔

قتل ناحق بمنزلۂ ارتداد ہے:

مطلب یہ ہے کہ کفر کی حالت میں کافر سے جو بداعمالیاں ہوئی ہیں

اسلام لانے کے بعد وہ معاف ہوجاتی ہیں، لیکن جب مسلمان ہوگیا شریعت کے احکام معلوم کر کے ان کی پابندی کا اقرار کرلیا، اس کے لئے قتل ناحق کا ارتکاب بغاوت وارتداد کا ہم معنی ہے، اور ارتداد کا جرم اصل کفر وشرک سے زیادہ شدید ہے، سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ابتداء سے کفر وشرک کی تاریکی میں پھنسا ہوا ہے تو محض اپنے کفر وشرک کی بنا پر دنیا میں قتل کا مستحق نہیں ہے لیکن مسلمان ہوجانے کے بعد اگر کفر میں جا پڑا تو محض اتنے ہی سے وہ واجب القتل ہوجاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ بغاوت وارتداد کا جرم اصل کفر کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہے، نیز یہ کہ قتل ناحق بمنزلۂ ارتداد کے ہے، ہم پہلے ایک حدیث نقل کرآئے ہیں جس میں پیغمبر ﷺ نے **لاترجعوا من بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض** کے الفاظ فرمائے ہیں یعنی میرے بعد پلٹ کر گمراہ نہ ہوجانا کہ بعض، بعض کی گردنیں مارنے لگ جائیں، یہی روایت ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ بھی منقول ہے یعنی بجائے **ضلالاً** کے **کفاراً** کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، اس سے بہر حال اس کا اشارہ ضرور ملتا ہے کہ قتل ناحق یا تو کفر ہی ہے، یا کفر کے برابر ہے، اور ہر دو صورت میں اس کی سزا دائمی جہنم ہونی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

صاحب درِ منثور نے سعید بن منصور کے حوالے سے سعید بن مینا کی زبانی ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

''میرے ایک دوست اور ایک تاجر کے درمیان کچھ نزاع تھی، آپس میں تو تو میں میں ہورہی تھی، میرے ساتھی کو غصہ آیا اس نے ایک کرسی

کھینچ کر تاجر کے سر پر دے ماری، وہ وہیں ختم ہوگیا، میرے دوست کو بہت ندامت لاحق ہوئی اس نے ارادہ کیا کہ اپنا سارا مال صدقہ کر کے جہاد کے لئے خود کو وقف کردے، میں نے اسے سمجھایا کہ ابھی ٹھہرو، ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے توبہ کی بابت دریافت کریں، چنانچہ ہم دونوں ان کے پاس حاضر ہوئے ، میں نے سارا واقعہ نقل کیا، اور دریافت کیا کہ کیا اس کے حق میں توبہ کی گنجائش ہے، حضرت نے فرمایا جاؤ کھاؤ پیو، افوہ! میرے پاس سے چلے جاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کہتا ہے کہ میں نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا، فرمایا کہ جھوٹ بولتا ہے، قصداً ایک شخص لکڑی اٹھا کر مسلمان کے سر پر دے مارتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا، جھوٹ بولتا ہے، جاؤ، کھاؤ پیو، جتنا تم سے ہوسکے افوہ! میرے پاس سے بھاگ جاؤ، آپ بس یہی فرماتے رہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا، پھر ہم چلے آئے۔

اندازہ کیجئے مسلمان کے قتل ناحق سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کس درجہ متاثر ومتاسف ہوئے۔

ایک اور روایت:

امام نسائی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

کل ذنبٍ عسی اللہ ان یغفرہ الاالرجل یموت کافراً او الرجل یقتل مومناً متعمداً

ہر گناہ امید ہے کہ خدا تعالیٰ معاف فرما دیں گے بجز اس کے کہ آدمی کی موت کفر پر آئے، یا کسی مومن کو ناحق عمداً قتل کر دے۔

درِ منثور میں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے، فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ نازعت ربی فی قاتل المومن فی ان یجعل له توبة فأبیٰ علي .

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے مومن کے قاتل کے بارے میں حق تعالیٰ سے توبہ کی درخواست کی، مگر حق سبحانہ نے مجھ سے انکار کر دیا،

قتل مومن میں اعانت:

پھر قتل تو بری چیز ہے ہی، روایات میں تو اس سے بڑھ کر بات آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ ؓ راوی ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی هريرة ؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعان علیٰ قتل مومن شطر كلمة لقی اللہ َمكتوب بين عينيه "آئس من رحمة اللہ ، رواه ابن ماجة (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی مومن کے قتل کے سلسلے میں ایک کلمہ کہہ کر بھی مدد کی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ "یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے"۔ اور معلوم ہے کہ رحمت الٰہی سے مایوس بجز کافر کے اور کون ہوتا ہے۔

اِنَّهٗ لَایَیْئَسُ مَنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّاالْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (سورہ یوسف)

کافروں کی جماعت کو چھوڑ کر خدا کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں ہوتا

اور **وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِآیَاتِ اللّٰهِ وَلِقَاۗءِهٖ اُولٰۗئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰۗئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ** (سورہ عنکبوت)

خدا کی نشانیوں کے اور اس سے ملاقات کے منکر ہی وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہیں اور ان ہی کیلئے بدترین عذاب ہے۔

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ قتل ناحق کا مرتکب یا تو دائرۂ کفر کے اندر داخل ہے یا یہ کہ اس کا گناہ کفر تو نہیں ہے مگر کفر کے برابر ہے، اور اس کا انجام جو کچھ ہے ظاہر ہے کہ جہنم سے چھٹکارا کبھی نصیب نہ ہو۔

جمہور علماء کا مسلک:

لیکن جمہور صحابہ اور علماء وفقہاء کے نزدیک مسلمان کا قتل گو کہ شدید ترین جرم ہے اور اس کی بنیادی سزا وہی ہے جو کفر کی ہے، تاہم اگر قاتل کے اندر ایمان موجود ہے تو ایسا نہ ہوگا کہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا لقمہ بن جائے، مدت دراز تک جہنم کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر رہائی نصیب ہوگی۔ جمہور کے قول اور نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاۗءُ

خدا کا کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو خدا اسے معاف نہیں کرے گا، اس کے سوا جو بھی اس نے کیا ہو اس سے جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔

تو اس میں شرک کو مستثنیٰ کر کے ہر گناہ کو مغفرت کے دامن میں سمیٹ دیا ہے اس سے قتل ناحق بھی خارج نہیں ہے اس لئے توقع ہے کہ جہنم کے خلود سے نجات پا جائے یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اگر سورہ نساء والی آیت کو اس کے ظاہری معنی پر رکھا جائے تو اس آیت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قاتل کے حق میں

یہ آیت منسوخ ہے البتہ یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ اگر مذکورہ بالا آیت اپنے عموم کے لحاظ سے قاتل مومن کو بھی شامل ہے اوراس کی مغفرت متوقع ہے تو وَمَــــنْ یَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاءُ ہٗ جَهَنَّمَ خَالِداً فِيهَا کا کیا مطلب ہوگا؟ اس آیت میں تو صاف کہا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم کا لقمہ بنا رہے گا اس سلسلے میں جمہور علماء کی جانب سے تین باتیں کہی گئی ہیں اور تینوں قابل قبول ہیں۔

پہلی یہ کہ جہنم میں ہمیشہ رہنا اس قاتل کی سزا ہے جو مسلمان کے قتل کو جائز اور حلال سمجھے ظاہر ہے کہ یہ کھلا ہوا کفر ہے، بات یہ ہے کہ آدمی جن گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے ان کی حرمت اس کے دل میں راسخ ہوتی ہے اور یوں راسخ ہوتی ہے کہ عین گناہ کے وقت بھی عموماً استحضار رہتا ہے کہ میں غلط کاری کر رہا ہوں اس کے برخلاف قتل ناحق انسان جس غیظ وغضب اور کینہ ودشمنی کی حالت میں کرتا ہے اس کی تمہید بڑی لمبی ہوتی ہے انسان کی طبیعت اس جرم سے رکتی ہے اس کا غیظ وغضب اس کے ضروری ہونے کے دلائل پیش کرتا ہے اسے سمجھاتا ہے کہ اس شخص کا قتل ضروری ہے مدتوں ادھیڑ بُن میں پڑا رہتا ہے ہاں اور نہیں کے درمیان عرصہ تک جھولتا رہتا ہے بالآخر نفس جب اس کے قتل کو خوب مزین کر دیتا ہے اوراس کی ضرورت اس کے نزدیک واضح ہو جاتی ہے جب اس کے قتل پر اقدام کرتا ہے نفس انسانی کی یہ پیچیدہ حالت ایسی ہے کہ آدمی کبھی کبھی اس قتل کو نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ ضروری سمجھ لیتا ہے، ایسی صورت میں قتل بجائے خود گو کفر نہ ہو، مگر اس کے اعتقاد کی صورت ضرور کفر بن جاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خلود کے معنی لغت میں صرف ہمیشہ ہمیش رہنے کے نہیں ہیں بلکہ کسی جگہ پر مدت دراز تک رہنے کو بھی خلود کہتے ہیں، یہاں پر خلود اسی معنی میں ہے، یعنی بہت لمبی مدت تک اسے جہنم میں رہنا پڑے گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں قتل مومن کی اصل سزا بتائی گئی ہے جیسے یہ مسلّم ہے کہ زہر کھانے کا انجام موت ہے، زہر کی خاصیت یہی ہے، لیکن اس کا مطلب کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ جو شخص زہر کھالے گا وہ یقیناً مر ہی جائے گا، ہر شخص جانتا ہے اگر انسان کے بدن میں زہر کا تِریاق موجود ہے تو باوجودیکہ وہ زہر کھالے نہیں مرے گا، زہر کی خاصیت تو اب بھی وہی موت ہے مگر اس کے ظہور میں تریاق کا وجود رکاوٹ بن گیا، اسی طرح حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ''اس کا بدلہ جہنم ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ قتل مومن کی اصل خاصیت جہنم کی سزا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کسی کے اندر اس بدلہ کے ظہور سے کوئی رکاوٹ موجود ہو، تو گو کہ قتل کی خاصیت بدل نہیں گئی ہے لیکن ایک مانع نے اس کو ظاہر ہونے نہیں دیا، اور وہ مانع کیا ہے؟ ایمان ہے، ایمان جہنم میں خلود سے مانع ہے ورنہ قاتل کو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہنا چاہئے ایمان نہ ہوتا تو یہی بدلہ تھا، ایمان نے اسے بچالیا، یہ مطلب بالکل واضح اور اصولِ فطرت کے عین مطابق ہے۔

یہ تیسرا مطلب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، بلکہ اسی مضمون کی ایک مرفوع حدیث بھی صاحبِ درمنثور نے نقل کی ہے گو کہ اس کی سند پر ضعف کا حکم لگایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

هو جزاء ه ان جازاه اگر حق تعالیٰ قتل کی اصل سزا دیں تو وہ اسی کا مستحق تھا۔

حضرت ابن عباس رضؓ وابن عمر رضؓ کا اصل مسلک:

بہر حال ترجیح جمہور ہی کے مسلک کو ہے، بلکہ اگر مزید تحقیق وتلاش سے

کام لیا جائے تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جن حضرات نے قاتل کے لئے جہنم کے خلود کا فتویٰ دیا ہے ان کا منشا بھی یہ نہیں ہے کہ وہ دائمی طور پر جہنم میں گرفتار رہے گا، ان کے پیش نظر کچھ ضروری مصلحتیں تھیں، جن کے باعث خاص حالات میں آیت کے ظاہری معنی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان حضرات نے مصالح کی رعایت فرمائی ہے، چنانچہ درمنثور میں عبد بن حُمید اور النحاس کے حوالے سے سعد ابن عبیدہ تابعی کی ایک روایت مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

> ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ جس نے کسی مومن کو قتل کیا ہو توبہ کی گنجائش اس کیلئے بھی ہے، پھر ایک بار ایسا ہوا کہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر دریافت کیا کہ اگر کسی نے کسی مومن کو قتل کردیا تو کیا اس کے حق میں توبہ کی گنجائش ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس کے واسطے صرف جہنم ہے اور کچھ نہیں، پھر جب وہ چلا گیا تو تلامذہ نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلے تو آپ کا فتویٰ یہ نہیں ہوتا تھا آپ تو فرمایا کرتے تھے کہ قاتل مومن کے واسطے توبہ کی گنجائش ہے، آج کیا بات ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ یہ آدمی غصہ میں تھا، میرا اندازہ ہے کہ کسی مومن کو یہ قتل کرنا چاہتا تھا، لوگوں نے اس کے پیچھے فوراً آدمی دوڑایا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اندازہ صحیح تھا۔

صاحبِ درمنثور ہی نے عبد بن حمید کے حوالے سے حضرت سفیان ثوری کا بھی ایک قول نقل کیا ہے جس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی شرح ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ

> ''اگر تمہارے پاس کوئی ایسا آدمی آئے جس نے ابھی قتل نہیں کیا تو اس سے وعیدِ شدید بیان کرو، اور اس کے لئے ذرا بھی گنجائش کی بات نہ کرو تاکہ وہ ارادۂ قتل سے باز آجائے، اور اگر قتل کرچکنے کے بعد مسئلہ دریافت کرتا ہے تو توبہ کی گنجائش بتادو، شاید وہ توبہ کرلے، اسے مایوس نہ کرو۔

مطلب یہ ہے کہ ارتکابِ قتل کے بعد اگر اسے یہ بتادیا جائے کہ تمہارے لئے اب توبہ کی گنجائش ختم ہوگئی، تم ہمیشہ کیلئے جہنم کے مستحق ہوچکے ہو تو عین ممکن ہے کہ مایوس ہوکر وہ قتل ناحق پر یا دوسرے گناہوں پر اور زیادہ جری ہوجائے، شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ راسخ کردے گا کہ جب تمہارے اوپر رحمت کا دروازہ بند ہوچکا ہے، تمہاری مغفرت اب کسی طرح نہیں ہوسکتی اور ہمیشہ جہنم میں پڑے رہنا طے ہوچکا، تو نفس کو اس کی خواہشات کی تکمیل سے کیوں روکا جائے، مردے پر کیا ایک من مٹی اور کیا سو من مٹی، بات برابر ہے، اس لئے ایک ہی قتل پر اکتفا کیوں؟ کُھل کھیلو، اور خواہش نفس کی تکمیل میں جو بھی رکاوٹ ہو سب کو صاف کرو۔

مسلم شریف کی روایت میں ایک شخص کا تذکرہ آیا ہے کہ اس نے ننانوے قتل کئے، اس کے بعد اس کو پشیمانی لاحق ہوئی، توبہ کا راستہ ڈھونڈنے لگا، ایک عابد سے توبہ کی صورت دریافت کی، اس نے کہہ دیا کہ تمہارے لئے توبہ نہیں ہے، اس پر یاس کی کیفیت طاری ہوئی تو اس نے عابد کو بھی تلوار کی دھار پر رکھ دیا اور سو قتل پورے کرلئے۔ یہ اور بات ہے کہ ندامت کی آگ جو دل میں بھڑک چکی تھی، اس نے بالآخر ایک دوسرے عالم کے قدموں پر پہونچادیا، اور پھر وہ مغفرت ورحمت کی آغوش میں جا سویا۔ **والقصة بطولها**

بہر کیف قاتل کو توبہ سے مایوس کرنا مناسب نہیں ہے اس سے اس کا فساد اور بڑھ جائے گا۔ ہاں اگر کسی نے ابھی قتل نہیں کیا ہے لیکن قتل کا ارادہ کر رکھا ہے، اس کے سامنے پوری شدت کے ساتھ وعیدیں پیش کرنی چاہئیں تا کہ قتل کا جو ولولہ اس کے دل میں جوش مار رہا ہے وہ سرد پڑ جائے، اور قتل سے اسلئے باز آجائے کہ اپنا برا انجام اس کے سامنے ہے۔

صاحب درمنثور نے النحاس کے حوالے سے حضرت نافع اور حضرت سالم کا بیان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا ہے کہ

> ''ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو قصداً قتل کر دیا، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے قتل کیا ہے عرض کیا ہاں، فرمایا کہ اللہ کے حضور توبہ کرو، خدا تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔

ان روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی وہی مسلک ہے جسے جمہور نے قبول کیا ہے، اور جو کچھ اس کے خلاف منقول ہے وہ خاص حالات کی بنا پر ہے، وہ مصلحت ہے، مسلک نہیں ہے۔

ان تفصیلات سے قتل مومن کے جرم کی شدت، اس کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے محرومی، اور لعنت کا استحقاق خوب واضح ہوگیا، جس کے دل میں ایمان کی ذرا بھی رَمَق ہوگی وہ اس جرم کا کبھی تصور بھی نہ کرے گا، حق تعالیٰ کی رحمتِ عامہ بلاشبہ برحق ہے لیکن قہر وعذاب بھی شدید ہے، رحمت سے محرومی کا علاج بھی نہیں ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَ اَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ

میرے بندوں کو خبردار کردو کہ میں بخشش بھی بہت کرتا ہوں، رحمت بھی، اور یہ بھی اعلان کردو کہ میرا عذاب سخت ترین عذاب ہوگا۔

ابھی آپ سن چکے ہیں کہ اگر ایک مومن کے قتل ناحق میں عالم کی تمام تر مخلوق شریک ہو تو سب کو جہنم میں الٹ دینا سہل ہے، پوری دنیا اپنی جگہ سے ہل جائے یہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی مومن کو ناحق قتل کیا جائے۔

خودکشی:

پھر یہ تو دوسروں کی جان لینے کا مسئلہ ہے، اس کی قباحت کا کیا پوچھنا؟ شریعت تو خود اپنی جان کے متعلق اتنا سخت حکم نافذ کرتی ہے، جس کا تصور دنیوی قانون میں ممکن نہیں۔ آخر کون نہیں جانتا کہ خودکشی بدترین جرم ہے تاہم دنیا کا ہر قانون اسے جرم کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے، اس کی سزا کیا ہوگی؟ اس کی تجویز سے دنیوی قانون قاصر ہے، کیونکہ جس بدنصیب کے جسم وجان پر وہ سزا جاری کرتا وہ خود ہی غائب ہوگیا، اسلئے یہاں قانون بے بس ہے، لیکن خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت اس مجرم کا تعاقب دیکھو کہاں تک کرتی ہے؟

امام بخاری اور امام مسلم دونوں محدث اپنی اپنی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد درج کرتے ہیں:

من تردیٰ من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم یتردیٰ فیها خالداً مخلداً فیها ابداً و من تحسیٰ سما فقتل نفسه فسمه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالداً مخلداً فیها ابداً و من قتل نفسه بحدید فحدیدته فی یده یتوجأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالداً مخلداً فیها ابداً ۔

جس نے کسی پہاڑ پر سے خود کو گرا کر مار ڈالا وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ ہمیش اپنے کو پہاڑ پر سے گراتا رہے گا، اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی ہوگی وہ دوزخ میں ہمیشہ زہر کا پیالہ پیتا رہے گا، اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی ہوگی وہ اسی ہتھیار کو ہمیشہ اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا۔

حضرت جندب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اگلی امت کے کسی شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ کہیں زخمی ہوگیا تھا درد اور تکلیف کی شدت سے بے چین ہوکر اس نے اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا، اب جو خون جاری ہوا تو اس نے بند ہونے کا نام ہی نہیں لیا، یہاں تک کہ جان لے کر رہا، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

بادرنی عبدی بنفسه فحرمت علیه الجنة (بخاری و مسلم)

میرے بندے نے اپنے حق میں عجلت کرڈالی، لہٰذا میری جانب سے جنت اس کے اوپر حرام!

یہ خودکشی کی سزا ہے، بتانا یہ ہے کہ اپنے نفس اور اپنی جان پر تو آدمی کو ایک حد تک تصرف کا اختیار ہوتا ہے لیکن اگر وہ اس اختیار کا بے جا استعمال کر کے خود کو قتل کر ڈالے تو حق تعالیٰ اسے بھی معاف نہ فرمائیں گے، پھر اندازہ کرلیں کہ دوسرے کو قتل کرنے والا کتنا بڑا مجرم و گنہ گار ہوگا۔

قتل ناحق کی سزا دنیا میں:

پھر یہ نہیں کہ قتل کا یہ بدلہ اور اس کی یہ سخت ترین سزا محض آخرت ہی تک محدود ہے گو کہ اگر ایسا بھی ہوتا جب بھی خون ناحق کی سنگینی کم نہ ہوتی، ایک بندہ کا اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہوگا کہ اس کا پروردگار ناراض ہوکر اسے جنت جیسی

نعمتِ عظمیٰ سے محروم کردے اور صرف محروم کرنا ہی نہیں، جہنم جیسی ہولناک اور عذاب شدید کی بھیانک جگہ میں قید کردے، یہ مصیبت بجائے خود اتنی بڑی ہلاکت ہے جس سے بڑھ کر تصور بھی ممکن نہیں تاہم اسی پر بس نہیں ہے، دنیا میں بھی اس کی سخت سے سخت سزا جو ہوسکتی تھی، اسے قانونی شکل دیدی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جان کا بدلہ جان کو متعین کیا گیا حتیٰ کہ ایک آدمی کے قتل میں اگر دس آدمی شریک ہوں تو سب کو قتل کردیا جائے گا۔ (احکام القرآن)

اور صرف اتنا ہی نہیں کہ قتل عمد کی سزا مقرر کی گئی ہو، نہیں۔ قتل کی جتنی صورتیں ممکن ہیں، خواہ وہ قصداً ہوں یا بلا قصد، ہر ایک کی سزا اور سخت سزا ان کے درجوں کے لحاظ سے متعین ہے۔

قتل کی قسمیں:

فقہاء نے قتل کی چار قسمیں لکھی ہیں، ۱۔قتل عمد، ۲۔قتل شبہ عمد، ۳۔قتل خطاء، ۴۔ان تینوں کے علاوہ قتل کی ایک چوتھی شکل بھی ہے، تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) **قتل عمد**: کسی ایسے ہتھیار سے قتل کرنا، جو اسی کام کیلئے ہو جس سے عموماً موت واقع ہوجاتی ہو، مثلاً تلوار یا بندوق یا کسی دھار دار چیز سے ہلاک کرنا، آگ میں جلانا بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔

(۲) **قتل شبہ عمد**: جو قصداً تو ہو مگر ایسے ہتھیار سے ہو جس سے عموماً موت واقع نہیں ہوتی، جیسے لاٹھی ڈنڈے سے مارا، اور آدمی مر گیا۔

(۳) **قتل خطاء**: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شکار پر گولی چلائی مگر بہک کر کسی آدمی کو جا لگی، یا دور سے سمجھا کہ شکار کا جانور ہے اور نشانہ لے کر اسے مارا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ آدمی تھا۔

(۴) اور قتل کی چوتھی صورت یہ ہے کہ مثلاً آدمی سویا ہوا ہے اور نیند ہی میں کسی کے اوپر اس طرح اُلٹ گیا کہ اس کی موت واقع ہوگئی، ان چاروں صورتوں میں پہلی دونوں کا گناہ بہت سخت ہے اور آخرت کی وعید شدید انھیں دونوں سے متعلق ہے، البتہ دنیوی قانون میں قتل عمد کی سزا قصاص ہے، قاتل کو مقتول کے عوض میں قتل کیا جائے گا، جان کا بدلہ جان، قتل شبہ عمد میں قصاص تو نہیں ہے لیکن اس میں کفارہ اور ''دیت مغلظہ'' ہے، قتل خطا کی دونوں صورتوں میں کفارہ اور دیت ہے، چوتھی صورت میں دیت ہے اور کفارہ نہیں ہے۔

کفارۂ قتل:

کفارہ کا مطلب یہ ہے کہ قاتل نے گو کہ جان بوجھ کر قصداً قتل نہیں کیا ہے، تاہم اس سے سخت بے احتیاطی ہوئی، خون مسلم کے حق میں بے احتیاطی بھی سخت گناہ ہے، اس لئے اس کی تلافی کسی ایسے نیک عمل سے ہونی چاہئے جو نفس کے اوپر مشکل ہو، تاکہ وہ ایک پہلو سے عبادت ہوکر برائی کو مٹائے تو دوسرے پہلو سے سزا ہوکر دوسروں کے لئے اور خود قاتل کیلئے سامانِ عبرت ہو، حق تعالیٰ نے قتل کے کفارہ میں ایک مومن غلام کا آزاد کرنا متعین فرمایا۔ غلام ایک قیمتی مال ہے، اسے آزاد کیا جائے گا تو ایک بیش بہا مال ہاتھ سے گیا، پھر غلام کے ذریعے سے راحت وآرام جو مہیا تھا وہ بھی قربان ہوا، نیز ایک مومن کو آزادی میسر آئی جو عظیم ترین عبادت بھی ہے۔

اور اگر کسی کو غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزہ رکھے، روزہ کا عبادت ہونا تو بالکل ظاہر ہے اور دو ماہ تسلسل کی قید نے اسے سخت ترین سزا بھی بنا دیا۔

دِیَتُ:

یہ تو جرم کی تلافی کسی درجہ میں ہوئی، لیکن جان جو ضائع ہوئی اس کا بھی کچھ بدل ہونا ضروری ہے، شریعت نے حکم دیا کہ ایک جان کے بدلے سو اونٹ دئے جائیں۔ قتل شبہ عمد کی صورت میں چار طرح کے مختلف عمروں کے ۲۵۔۲۵/ اونٹ دئے جائیں، یہ دیت مغلظہ ہے، جس کا ذکر اوپر آیا، اور قتل خطا کی صورت میں پانچ طرح کے ۲۰۔۲۰/ اونٹ دئے جائیں گے، اور اگر نقد کی شکل میں دینا ہو تو ایک ہزار دینار (سونا) یا ۱۲/ ہزار درہم (چاندی) ادا کرے، جس کی مقدار ہمارے موجودہ پیمانے کے حساب سے ساڑھے چار کیلو سونا یا ۳۸/ کیلو ۳۱۰/ گرام چاندی ہوگی، حساب لگانے والے اندازہ کر سکتے ہیں کہ قاتل کو ایک جان کا معاوضہ کس قدر ادا کرنا پڑ رہا ہے۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ جس شخص کو یہ انجام معلوم ہو کہ مجھے ایک جان کے عوض میں یا تو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا یا اتنا بڑا سرمایہ ادا کرنا ہوگا وہ بھلا کبھی اس گناہِ عظیم کے ارتکاب کی ہمت کرے گا، اخروی لحاظ سے ایک مومن کی جان جو اہمیت رکھتی ہے وہ تو پہلے ظاہر ہو چکی تھی، دنیوی قانون کے لحاظ سے اس کی کیا عظمت ہے اس تفصیل سے ظاہر ہے۔ (۱)

قتل بالواسطہ:

قتل کی یہ چار صورتیں تو براہ راست ہیں، ایک صورت اور ہے جو براہ راست قتل نہیں ہے لیکن قتل ناحق کا سبب ضرور ہے اور شریعت نے گناہ اور سزا دونوں اعتبار سے اس کو اہمیت دی ہے، مثلاً ایک عام راستہ ہے اس میں کسی نے

(۱) تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں، ہم نے اپنے مقصد کے لحاظ سے صرف اجمالی اشارات کئے ہیں۔

کنواں کھود دیا اور کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہوگیا، تو کنواں کھودنے والا فی الحقیقت قاتل نہیں ہے، لیکن کنواں کھود کر اس نے قتل کا سامان ضرور کردیا ہے، شریعت اسے بھی قاتل کے درجے میں رکھتی ہے، اور دیت اس کے ذمے ضروری قرار دیتی ہے گوکہ اس کے لئے کفارہ لازم نہیں ہے۔

غور کیجئے حق تعالیٰ نے خون مومن کی حفاظت کے لئے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہیں، کتنی سنگین حدیں متعین کی ہیں، اب جو شخص ان حدود کو توڑ کر اور سارے انتظامات کو برہم کر کے قتل کا مرتکب ہوگا، اس کا جرم صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اس نے ایک جان لے لی، بلکہ اس نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ خدا کے مقرر کئے ہوئے انتظامات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، سوچنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ کی جناب میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے، اگر اس گستاخی کی پاداش میں اسے ہمیشہ ہمیش کیلئے نذرِ آتش کردیا جائے تو کیا تعجب ہے؟

قتل عام:

پھر یہ بھی غور کا مقام ہے کہ کہنے کو قاتل نے تو ایک شخص کو قتل کیا، لیکن اس کے عوض میں اس نے اپنی جان بھی قتل کے لئے پیش کردی، اب اس کا قتل جائز ہوگیا، پھر اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دشمنی نہ جانے کتنوں کی جان بھسم کردے گی، تاریخ انسانی پر جس کی تھوڑی سی بھی نظر ہوگی اسے خوب معلوم ہوگا کہ ایک قتل ناحق کے بعد قتل وخونریزی کا کیسا لامتناہی اور غیر مختتم سلسلہ چل پڑتا ہے، مقتول کا خون اس کے ورثہ کے دل ودماغ میں جوش مارتا رہتا ہے اور ہر نیا خون دوسرا جوش پیدا کردیتا ہے، دنیا کی کتنی ہولناک جنگیں ہیں، جو کسی ایک ہی قتل کے نتیجے میں رونما ہوئی ہیں اور پھر پھیلتی چلی گئی ہیں۔

مِنْ أَجَلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلیٰ بَنِیْ اِسْرَائیْلَ أَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ أَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً.

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کا دستور بنادیا تھا کہ جس کسی نے بلا کسی جان کے بدلے یا بلا زمین کی تباہی کے، کسی شخص کی جان لے لی تو اس نے گویا وہاں کے تمام انسانوں کو ہلاکت میں ڈال دیا۔

اسبابِ قتل:

اب آیئے ایک نظر اس پر بھی ڈال لی جائے کہ انسان جس کی فطرت میں انس ومحبت اور باہمی ہمدردی وغمخواری کا عُنصر شامل کردیا گیا ہے، وہ کیونکر اس قدر درندگی پر اتر آتا ہے کہ بجائے اخوت ومساوات کے اپنے ہی بھائیوں کے خون کا پیاسا ہوجاتا ہے اس کے اندر کون سی آگ جل اُٹھتی ہے جو اس کے فطری جذبۂ انس ومودت کو خاکستر بنادیتی ہے اور پھر اس کے شعلے اس وقت تک سرد نہیں ہوتے جب تک دوسروں کے خرمنِ امن کو جلا کر نہ رکھ دے۔

قرآن وحدیث کی تعلیمات اور فطرت انسانی کے مختلف مظاہر پر غور کرنے سے جہاں تک نظر پہونچتی ہے، اس درندگی کے پیچھے براہ راست یا بالواسطہ تین عوامل کارفرما محسوس ہوتے ہیں، اور یہ تینوں عوامل وہی ہیں، جن کی جڑ سے عموماً تمام انسانی کمزوریاں جنم لیتی ہیں، اور انسانیت کو تباہ کردیتی ہیں، آپ انسانی جرائم کی تاریخ پڑھ ڈالئے سب کی تہ میں عموماً یا تو ''شہوتِ بطن'' کا جذبہ ہوگا یا ''نفسانی خواہشات'' کا ورنہ ''عزت وجاہ'' کی حد سے بڑھی ہوئی ہوس ان کی بنیاد ہوگی۔

مال کی دیوانگی:

پیٹ کے تقاضوں کی تکمیل میں جب حدود سے تجاوز ہوتا ہے تو انسان کے دل میں محبتِ مال کا رذیلہ بیدار ہوتا ہے، اور مال کی محبت اسے حرص اور بخل میں مبتلا کرتی ہے، مال کی محبت میں آدمی دیوانہ ہوجاتا ہے، پھر اسے دولت چاہئے، خواہ کسی راستے سے حاصل ہو، جب یہ ہوس جنون کی حد تک ترقی کرتی ہے تو حصول دولت کی راہ میں کوئی رکاوٹ اسے برداشت نہیں ہوتی، مال کی اس محبت سے انسان کے اندر جو کیفیت پیدا ہوتی ہے قرآن نے اس کو ''شح'' سے تعبیر کیا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

جس کسی کو اسکے نفس کے ''شح'' سے نجات دیدی گئی وہی لوگ کامیاب ہیں۔

''شحِ نفس'' ایسا رذیلہ ہے جو حرص اور بخل دونوں خرابیوں سے ترکیب پاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا ارشاد ہے کہ شح یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنا مال خرچ نہ کرے، یہ تو بخل ہے، یہ بھی برا ہے، بلکہ شح یہ ہے کہ آدمی کے پاس جو کچھ نہیں ہے اس کی ہوس میں پڑ جائے، اسی بات کو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے دوسرے لفظوں میں یوں فرمایا ہے کہ آدمی دوسروں کا مال ظلماً ہڑپ کرلے۔

یہ رذیلہ جب کسی کے اندر پیدا ہوتا ہے تو وہ دوسروں کے نفع ونقصان سے آنکھیں بند کرلیتا ہے، اسے اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کون مرتا ہے اور کون جیتا ہے، کس کا فائدہ ہورہا ہے اور کون گھاٹے میں پڑرہا ہے، اسے تو بس اپنے نفع کی دُھن ہوتی ہے، حصول زر کی دوڑ میں وہ سب سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتا ہے، خواہ تمام دنیا کو قدموں تلے روندنا پڑے، کتنی خونریزیاں اسی ہوس مال کی ''جوع البقر'' سے پیدا ہوتی ہیں، اس کی وجہ سے رشتے ناطے ٹوٹ جاتے ہیں، باپ بیٹے میں ٹھن جاتی ہے، خاندان کے خاندان برباد ہوجاتے ہیں اور پھر مال کسی کے ساتھ جاتا بھی نہیں۔

امام بخاریؒ نے ''**الادب المفرد**'' میں اور امام مسلمؒ نے ''**جامع صحیح**'' میں حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ذکر کی ہے کہ

ان رسول الله ﷺ قال : اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکم حملهم علىٰ ان سفکو ادماء هم واستحلوا محارمهم .

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم سے دور رہو، کیونکہ یہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں، ''شح'' سے بچو، اس لئے کہ اگلے لوگوں کو اسی شح نے ہلاکت میں ڈالا، اس نے انھیں خونریزی کرنے اور حرام کو حلال کرلینے پر آمادہ کیا، (اور وہ ایسا کر گزرے)

آج اس شح کا تماشا کہاں نہیں دیکھا جاتا، اخبارات کا بڑا حصہ اسی حصول زر کی کشمکش، اور اسکے نتیجے میں پیدا ہونے والی خونریزیوں اور قطع رحمیوں کی داستانوں سے بھرا رہتا ہے، آج فلاں عورت کو زندہ جلا دیا گیا، فلاں بیٹے نے اپنے باپ کو گولی ماردی، بھائی نے بھائی کی شہ رگ کاٹ دی، چچا نے بھتیجے کا سینہ چاک کر ڈالا، شوہر نے بیوی کا گلا دبا دیا۔ ان سب تماشوں کے پیچھے کیا ہے؟ یہی ''شح نفس''، جس سے بچ جانے پر انسان کو کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔

مال کا طغیان بہت ہلاکت خیز ہے، حصول مال سے انسان کی ہوس گھٹتی نہیں اور بڑھ جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لو کان لابن آدم وادیان من مالٍ لأ بتغىٰ لهما ثالثا ولا یملأ

جوف ابن آدم الا التراب أو يتوب علىٰ من تاب ۔ (بخاری ومسلم)

اگر آدم کی اولاد کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی تلاش میں ہوگا، آدم کی اولاد کا پیٹ صرف (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی جانب رجوع کرنے والے پر مہربانی فرمائیں۔

امت کے سردار ﷺ کو اس امت پر تنگدستی اور غربت کی وجہ سے کوئی اندیشہ نہ تھا، اگر تھا تو مالداری وثروت کی وجہ سے تھا۔

فواللہ لاالفقر أخشىٰ عليكم ولكن أخشىٰ عليكم أن تبسط عليكم الدنيا كما بسطت علىٰ من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها وتهلككم كما أهلكتهم (بخاری ومسلم)

خدا کی قسم میں تمہارے اوپر فقر وتنگدستی سے خوف نہیں کھاتا لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر اگلے لوگوں کی طرح دنیا پھیلا دی جائے اور تم اس میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش میں لگ جاؤ اور پھر نتیجہ یہ ہو کہ دنیا تمہیں ٹھیک اسی طرح ہلاک کر دے جیسے اگلوں کو ہلاک کر چکی ہے۔

عورت کا فتنہ:

شر وفساد اور قتل وخونریزی کی دوسری بنیاد ''شہوت فرج'' اور نفسانی خواہشات کا جنون ہے، حق تعالیٰ نے ایک مدت مقررہ کے لئے دنیا کی بقاء کا فیصلہ فرما رکھا ہے، اس کی حکمتِ بالغہ نے اس سلسلۂ بقاء کے جاری رکھنے کیلئے تمام جانداروں میں دو صنفیں مذکر ومونث بنا کر دونوں میں ایک دوسرے کیلئے بے پناہ کشش رکھ دی ہے لیکن انسان کو اس کشش کے بروئے کار لانے کیلئے فطرت کے معتدل تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے قدرے وسعت کے ساتھ خاص حدوں کا پابند بنا دیا، اگر انسان اس ضابطے اور حد کے دائرے میں رہے تو کوئی برائی نہ پیدا ہو، لیکن جب وہ اس سے تعدی کرتا ہے تو اَن گنت برائیاں پیدا ہونے لگتی ہیں، اور بالآخر نتیجہ قتل تک پہونچتا ہے، عشق بازی کے جنون میں روزانہ کتنی موتیں ناحق ہوتی رہتی ہیں، اخبار بیں طبقہ اچھی طرح جانتا ہے خصوصاً یورپ کے ممالک میں۔

جو لوگ واقف ہیں انھیں تو بتانا ہی کیا؟ جو لوگ نہیں جانتے وہ سن لیں کہ سب سے پہلا قتل جو عالم انسانی میں ہوا جس کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کی تہ میں یہی عورت اور شہوت کا فتنہ تھا، حق تعالیٰ نے اس واقعہ کو اجمالاً ذکر فرمایا ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔

ان لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک بتا دو، دونوں نے قربانیاں پیش کیں، تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی دوسرے کی نہیں قبول ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے جان سے مار دوں گا، اس نے کہا کہ قربانی تو تقویٰ والوں کی اللہ قبول کرتا ہے۔

آیت کریمہ کے سیاق میں صاحبِ درمنثور نے علامہ ابن جریر طبری کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا ارشاد نقل کیا ہے۔

> ''حضرت آدم ؑ جب دنیا میں تشریف لائے تو ان کے یہاں اولاد جڑواں پیدا ہوتی تھی، ایک لڑکا اور ایک لڑکی، اور دستور یہ مقرر ہوا کہ ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے کے نکاح میں دی جاتی، اسی

دستور پر عمل درآمد تھا، چنانچہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹے دو مختلف بطن سے پیدا ہوئے ، ایک قابیل اس کے ساتھ جو لڑکی تولد ہوئی تو وہ زیادہ حسین وجمیل تھی ، دوسرا ہابیل ، ہابیل کے ساتھ والی لڑکی اس درجہ حسین وجمیل نہ تھی ، قابیل کھیتی کرتا تھا ، اور ہابیل مویشی پالتا تھا ، جب دونوں نکاح کی عمر کو پہونچے ، اور دستور کے مطابق قابیل کی بہن ہابیل کے نکاح کیلئے متعین ہوئی تو قابیل نے انکار کر دیا اس نے کہا کہ میری بہن زیادہ خوبصورت ہے ، اس سے میں ہی نکاح کروں گا ، حضرت آدم علیہ السلام نے اسے سمجھایا لیکن وہ اپنی ضد پر اَڑا رہا ، دونوں نے آپس میں یہ رائے کی کہ ہم دونوں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کا نذرانہ پیش کریں ، جس کا نذرانہ قبول ہوجائے وہ اس بہن کا حقدار ہوگا ، اس دوران آدم علیہ السلام مکہ معظّمہ تشریف لے گئے ، ہابیل نے قربانی میں ایک فربہ دنبہ پیش کیا اور قابیل نے ایک گٹھر سوکھی حقیر بالیاں ، آسمان سے آگ اُتری اور ہابیل کے دنبہ کو خاکستر کر دیا ، یہ علامت تھی کہ اس کی قربانی قبول ہوگئی ، اور قابیل کی بالیاں جوں کی توں پڑی رہیں یعنی قبول نہیں ہوئیں ، اس پر قابیل بہت غضبناک ہوا ، اس نے کہا کہ میں تمہیں قتل کروں گا تاکہ میری بہن میرے لئے خالی ہوجائے ، ہابیل نے کہا کہ قربانی تو متقیوں ہی کی قبول ہوتی ہے ، پھر قابیل نے موقع پا کر ہابیل کو قتل کر دیا ۔ ‘‘

یہ پہلا قتل تھا جو اولادِ آدم نے زمین کے اوپر کیا ، اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

لاتقتل نفس ظلماً الا کان علیٰ ابن آدم الاول کفل من دمها لانه اول من سن القتل (بخاری)

جب بھی کوئی جان ظلماً ماری جاتی ہے تو آدم کے پہلے بیٹے پر اس کے خون کا وبال ایک درجے میں آتا ہے ، اس لئے کہ اسی نے قتل کی بناڈالی تھی ۔

اسی طرح جس معاشرہ میں بھی کوئی قتل ناحق کی طرح (بنیاد) ڈالتا ہے ، جبتک اس جگہ خونریزی کا سلسلہ جاری رہے گا اس قاتل اول پر گناہ اور وبال پڑتا رہے گا ۔

تاریخ انسانی پر نظر رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ کتنی گردنیں محض اس لئے کاٹی گئیں کہ شہوت کا جذبہ ، اس کے بغیر تسکین نہیں پا رہا تھا ، اس فتنے نے کتنے گھر پھونکے ہیں اور کتنے خاندان برباد کئے ہیں ، ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ۔

ہوسِ جاہ:

تیسرا جذبہ جو انسان کو آمادۂ پیکار کرتا ہے ، وہ ہے عزت وجاہ کی بڑھی ہوئی حرص ! ایک حدتک عزت وجاہ کا حصول مطلوب ہے ، آدمی کو حق تعالیٰ نے فطری اور ضروری حدتک عزت ابتداء ہی سے بخش رکھی ہے ، پھر اس کے اعمال واخلاق اور خلوص ومحبت کے لحاظ سے اسے بڑھاتے بھی رہتے ہیں ، لیکن انسان پر جب اس کی حرص مسلط ہوتی ہے اور اللہ کی بخشی ہوئی عزت وسربلندی پر قناعت نہیں کرتا تو اب اسے صرف یہی منظور نہیں ہوتا کہ اس کی عزت برقرار رہے یا بڑھتی رہے ، بلکہ وہ دوسروں کی آبرو پر دست اندازی کرنے لگتا ہے ، اس کی بھوک صرف اس صورت میں مٹتی ہے ، جب دوسرے بے آبرو اور ذلیل ہو کر اس کے آگے جھک جائیں ، ساری دنیا کی ذلت میں اسے اپنی عزت محسوس ہوتی ہے ، ظاہر ہے کہ ایسی جابرانہ عزت کا حصول سہل نہیں ہے ، انجام کار اس کے دل میں

حسد اور دشمنی کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے، پھر جہاں تک اسباب ساتھ دیتے ہیں، حصول جاہ کی تلاش میں رکاوٹوں کو ہٹاتا چلا جاتا ہے، یہی جاہ کی آگ جب سلاطین میں بھڑکتی ہے تو لاکھوں انسانوں کی جانیں جل کر خاک ہوجاتی ہیں پھر یہ چنگیزی جذبہ سروں کا مینار تعمیر کرکے ہی سکون پاتا اور انسانی کھوپڑیوں میں شراب پی کر ہی دم لیتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یکے بعد دیگرے یہ تینوں کمزوریاں کسی ایک ہی شخص میں جمع ہوجاتی ہیں پھر وہ پورے معاشرے کو تہس نہس کرڈالتا ہے چنانچہ دولت، عورت اور اقتدار کا سہ آتشہ بہت مشہور ہے، انسان اولاً دولت حاصل کرتا ہے، اس کا نشہ اسے اقتدار کے تخت تک پہونچاتا ہے، جب یہ شراب دوآتشہ ہوکر خواہشاتِ نفسانی میں اتر پڑتی ہے تو پھر اس کی فتنہ سامانی کچھ نہ پوچھئے، **ظھر الفساد فی البر والبحر** (خشکی اور تری میں خرابی پھوٹ پڑی) کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے لیکن اگر آدمی ان تینوں جذبات کو جو اپنی حدوں میں رہ کر بہت کارآمد ہیں، شریعت کی لگام پہنادے یعنی خدا کا خوف اور آخرت کی حاضری کا استحضار کرلے، تو ان سے بڑے بڑے کام لے سکتا ہے، آگ اپنی حد میں رہے تو انسان کیلئے کس قدر کارآمد ہے، لیکن ذرا بے عنوان ہوئی تو اسکی شعلہ سامانیاں آبادی کی آبادی پھونک ڈالتی ہیں، ٹھیک یہی حال انسان کے ان جذبات کا ہے۔

صبر وضبط:

اگر وہ قانون شریعت کے دائرے میں رہیں تو کیا کہنے، لیکن جب ان میں ہیجان بپا ہوجاتا ہے اور مقصد کے حصول میں کہیں رُکاوٹ محسوس ہوتی ہے تو یہ جنون غیظ وغضب کا اک طوفان بن جاتا ہے، پھر اسے ہوش نہیں رہتا کہ سامنے

کون ہے؟ سب کو خس وخاشاک کی طرح اُڑا لے جانا چاہتا ہے لیکن ایسے موقع پر انسان صبر وضبط سے کام لے تو خدا کا محبوب بن جاتا ہے، احادیث میں غصہ وغضب کی مذمت اور صبر وضبط کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے، یہاں ہم چند حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔

☆ حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ شیطان کا اثر ہے، اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے، لہٰذا اگر کسی کو غصہ آئے تو وضو کرلے۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا حکم نقل کرتے ہیں کہ جب کسی کو غصہ آئے تو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اس پر بھی اگر غصہ رفع نہ ہو تو لیٹ جائے (احمد وترمذی)

☆ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غصہ ایمان کو اس طرح خراب کرتا ہے جیسے ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے، (بیہقی)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کا کوئی گھونٹ خداوند تعالیٰ کو اتنا پسند نہیں جتنا کہ غصہ کا گھونٹ، جو خدا کے واسطے وہ پی جائے۔ (احمد)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے آج اپنا غصہ روک لیا کل اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لیں گے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے، طاقتور درحقیقت وہ ہے جو غصہ پی جائے اور خود کو قابو میں رکھے۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ **فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بار بار رسول اللہ** ﷺ **سے وصیت کی درخواست کی، آپ** ﷺ **نے ہر بار یہی فرمایا کہ لاتغضب غصہ مت کرو۔** (بخاری)

مہربانی وشفقت :

اب چند احادیث طیبہ مخلوقِ الٰہی پر شفقت ومہربانی سے متعلق تحریر کی جاتی ہیں، اگر قتل سب سے بڑی بے رحمی ہے اور اس پر عذاب شدید کی دھمکی ہے تو نرمی ومہربانی اعلیٰ ترین عبادت ہے اور اس پر بے حدو بے شمار بخشش وکرم کا وعدہ ہے۔

☆ سید المرسلین خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم اہل ایمان کو باہمی ہمدردی، آپس کی دوستی اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایسا دیکھو گے جیسے بدن کے اعضاء، کہ ایک کو اگر تکلیف ہو جاتی ہے تو سارے اعضاء کا چین ختم ہو جاتا اور نیند اُڑ جاتی ہے۔ (نعمان بن بشیر) (بخاری ومسلم)

☆ (حضرت عبداللہ بن عمر) **مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرتا، اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مشغول ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں مشغول ہوتے ہیں اور جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی مصیبت دور کرتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور فرمائیں گے اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کو چھپائیں گے۔** (بخاری ومسلم)

☆ (حضرت عیاض بن حمار) **اہل جنت تین ہیں۔ ۱۔ انصاف ور، سخی اور باتوفیق حاکم، ۲۔ وہ مسلمان جو اپنے رشتہ مندوں اور مسلمان بھائیوں کے حق میں نرم دل اور مہربان ہو، ۳۔ پرہیزگار، پاکدامن، صاحب اہل وعیال۔** (مسلم)

☆ (حضرت انس) **قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرنے لگ جائے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔** (بخاری ومسلم)

☆ (حضرت تمیم داری) **دین خیر خواہی کا نام ہے** (تین مرتبہ فرمایا) **ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور مسلمان حکام اور عوام کی۔** (مسلم)

☆ (حضرت عبداللہ بن عمر) **مہربانی کرنے والوں پر خدا مہربان ہے، تم زمین والوں پر مہربانی کرو، آسمان والا تم پر مہربانی فرمائے گا۔** (ابوداؤد وترمذی)

☆ (حضرت عبداللہ بن عمر) **خدا کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہتر ہو، اور بہترین پڑوسی وہ ہے اپنے پڑوسی کے حق میں بہتر ہو۔** (ترمذی)

☆ (حضرت ابن عباس) **مومن وہ نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے بغل میں بھوکا سوئے۔** (بیہقی)

☆ (حضرت انس) **جس نے میری امت کے کسی آدمی کی ضرورت اس لئے پوری کی تا کہ وہ خوش ہو جائے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا، اس نے حق تعالیٰ کو خوش کیا، اور جس نے خدا کو خوش کر دیا اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے۔** (بیہقی)

☆ (حضرت انس) **جس نے کسی مصیبت زدہ کی مدد کی اللہ تعالیٰ اس کو ۷۳ر مغفرت سے نوازتے ہیں، جن میں ایک مغفرت سے اس کے سب کام درست ہوں گے، باقی ۷۲ر مغفرت قیامت کے دن درجات بنیں گی۔** (بیہقی)

☆ (حضرت عبداللہ بن مسعود) مخلوق اللہ کی عیال ہیں، خدا کے نزدیک محبوب ترین انسان وہ ہے جو خدا کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (بیہقی)

☆ (حضرت ابوبکرہ) جب دو مسلمان ہتھیار لے کر ایک دوسرے پر حملہ کریں تو (سمجھ لو) دونوں جہنم کے کنارے پر کھڑے ہیں اور جب ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو دونوں جہنم میں گر جاتے ہیں۔

☆ (حضرت ابوبکرہ) جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے پر حملہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں گر جاتے ہیں، میں نے عرض کیا یہ تو خیر قاتل ہے لیکن مقتول کیوں جہنمی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی تو دوسرے کے قتل کا حریص تھا۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر اسے موقع مل جاتا تو وہ بھی مار ڈالتا، اس لئے اپنی بدنیتی کی وجہ سے وہ مستحق جہنم ہوا)

ایک جامع حدیث:

اب اخیر میں ایک جامع حدیث قُدسی نقل کر کے اس رسالہ کا اختتام کرتا ہوں، اگر کوئی خوش نصیب اس حدیث کو ہمیشہ پیش نظر رکھے تو دین و دنیا کی صلاح وفلاح سے بہرہ ور ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ راوی ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ رب تعالیٰ وتقدس سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

☆ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے، اس لئے آپس میں ظلم نہ کرو۔

☆ اے میرے بندو! تم سب گم کردۂ راہ ہو، مگر جس کو میں راہ دکھاؤں، پس مجھی سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔

☆ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، مگر جسے میں کھانا کھلاؤں، پس مجھی سے کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔

☆ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو، مگر جسے میں کپڑا پہناؤں، پس مجھی سے کپڑا مانگو، میں تمہیں کپڑا پہناؤں گا۔

☆ اے میرے بندو! تم لوگ دن رات گناہ کرتے ہو اور میں گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہوں، پس مجھی سے معافی چاہو، میں معاف کروں گا۔

☆ اے میرے بندو! تمہیں نہ یہ قدرت ہے کہ مجھے ضرر پہونچا سکو، اور نہ یہ طاقت ہے کہ مجھے کچھ نفع پہونچا سکو۔

☆ اے میرے بندو! اگر تم سب اول وآخر اور جن وانس مل کر اپنے میں سب سے بڑے صاحبِ تقویٰ جیسے ہو جاؤ، تو تم میری حکومت میں کسی اضافہ کے باعث نہ بنو گے۔

☆ اے میرے بندو! اگر تم سب اول وآخر اور جن وانس مل کر اپنے میں سب سے بڑے نافرمان اور سرکش جیسے ہو جاؤ، تو میری حکومت میں کچھ نقص واقع نہ ہوگا۔

☆ اے میرے بندو! تم سب اول وآخر جن وانس مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ، پھر سب اپنی اپنی حاجات کی مجھ سے دعا کرو اور میں ہر انسان کی خواہش پوری کر دوں تو یہ بات میرے خزانہ میں کچھ کمی نہیں کر سکتی سوائے اتنی مقدار کے جتنا کہ سوئی جب سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے۔

☆ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں، جنھیں میں تمہارے واسطے محفوظ رکھتا ہوں، پھر وہی تمہیں لوٹاتا ہوں، تو جو کوئی بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد

کرے، اور جوکوئی اس کے سوا کچھ پائے وہ اپنے علاوہ کسی اورکو ملامت نہ کرے (مسلم)

اس روایت کے راوی سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ادریس خولانی (شاگرد حضرت ابوذرؓ) جب اس روایت کو بیان کرتے تو جوش میں آکر گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجاتے۔

اصل متنِ حدیث:

عن أبی ذر جندب بن جناده رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ فیما یروی عن اللہ تبارک وتعالیٰ أنه قال :

☆ یاعبادی ! انی حرمت الظلم علیٰ نفسی وجعلتهٗ بینکم محرماً فلا تظالموا.

☆ یاعبادی ! کلکم ضال الا من هدیته فاستهدونی أهدکم .

☆ یاعبادی ! کلکم جائع الا من أطعمته فاستطعمونی أطعمکم .

☆ یاعبادی ! کلکم عارٍ الا من کسوته فاستکسونی أکسکم

☆ یاعبادی ! انکم تخطئون باللیل والنهار وأنا أغفر الذنوب فاستغفرونی أغفر لکم.

☆ یاعبادی ! انکم لن تبلغوا ضری فتضرونی ولن تبلغوا نفعی فتنفعونی .

☆ یاعبادی ! لو أن أولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا علیٰ أتقیٰ قلبِ رجل واحدٍ منکم مازاد ذٰلک فی ملکی شیئاً .

☆ یاعبادی ! لو أن أولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا

علیٰ أفجرِ قلبِ رجل واحدٍ منکم مانقص ذٰلک فی ملکی شیئاً .

☆ یاعبادی ! لو أن أولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم قاموا فی صعید واحدٍ فسالونی فأعطیت کل انسان مسألته ما نقص ذٰلک مما عندی الا کما ینقص المخیط اذا أدخل البحر .

☆ یاعبادی ! انما هی أعمالکم أحصیها لکم ثم أوفیکم ایاها فمن وجد خیراً فلیحمداللہ ومن وجد غیر ذٰلک فلا یلومن الا نفسه

قال سعید : کان ابوادریس اذا حدث بهذا الحدیث جثا علیٰ رکبتیه .

☆☆☆☆☆☆☆☆

حرفِ آخر

مسلمانو! نبی رحمت کے امتیو! اللہ کا فرمان تمہارے ہاتھوں میں ہے، نبی اکرم ﷺ کے ارشادات تمہارے سامنے ہیں، آپ ﷺ کا اسوہ سورج کی شعاعوں کی طرح جلوہ فگن ہے، تم دیکھ رہے ہو کہ خون مسلم کی آبرو کیا ہے؟ قتل ناحق کتنا مہلک جرم ہے؟ مسلمان کا خون کیا رنگ لاتا ہے؟ قیامت کے روز مقتول کا کیا اعزاز واکرام ہوگا، اور قاتل جہنم کی کن گہرائیوں میں گرے گا؟ کیا حق تعالیٰ کی یہ آیات اور رسول رحمت کے یہ ارشادات تمہارے سینوں سے اُٹھتے ہوئے غیظ و غضب کے شعلوں کو دبانے کیلئے مؤثر نہیں ہیں؟ کیا ان کی روشنی تمہارے بھائیوں کے خون کی قدر و قیمت کو نمایاں کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہلاکت کی جانب بڑھتے ہوئے تمہارے قدم رک جائیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ اپنے بھائی کی گردن اتارنے کیلئے اُٹھتا ہوا تمہارا ہاتھ جھک جائے؟ کیا تمہاری قہر آلود نظریں نگاہِ کرم سے نہیں بدل سکتیں؟ کیا اب بھی تمہاری پیاس بھائی کے خون ہی سے بجھے گی؟ کیا اب بھی تم مسلمانوں ہی کے شعلہ بداماں خون میں نہانا پسند کروگے؟ کیا تمہیں ماؤں کے بہتے ہوئے آنسو، بیواؤں کے سینے سے اُٹھتا ہوا دھواں، یتیموں کی بلند ہوتی ہوئی چیخیں دکھائی اور سنائی نہیں دیتیں؟

مسلمانو! خدارا سوچو! ایک لمحہ تامل کرو! عجلت نہ کرو! آج اسلامی حکومت کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے، مانا کہ تم قصاص اور دِیت کے قصوں سے بچ جاؤگے، پولیس کی جیب میں تم ہرے ہرے نوٹوں کی گڈیاں بھر کر حکومت وقت کے عتاب سے بھی چھوٹ جاؤگے، زبردستی کی دھونس اور دھمکیوں کا سہارا لے کر معاشرہ اور سوسائٹی کی ملامت ومذمت سے بھی خود کو بچالوگے، لیکن خیال تو کرو کیا مسلمان کا خون ناحق سرد ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، قیامت تک جوش مارتا اور طوفان اُٹھاتا رہے گا، ہمیشہ تو کوئی بھی زندہ نہ رہے گا، قاتل بھی آنکھ بند کر کے زمین کا لقمہ تر بنے گا، مرتے وقت مقتول کا خون آگ بن کر پہلے اس کی متاع ایمان کو پھونکے گا پھر قبر کا عذاب بن کر صبح قیامت تک ستائے گا، پھر بروز قیامت تاریکیاں اور ظلمات بن کر قاتل کا پیچھا کرے گا۔ بالآخر جہنم کی دہکتی اور لپکتی ہوئی آگ میں اس کو پہونچا کر ہی تسکین پائے گا۔

ایک ایمان والا! اور جہنم میں جائے؟ کیسے دُکھ کی بات ہے، رحمۃ للعالمین ﷺ نے کس کس محبت وشفقت اور درد وسوز سے مسلمانوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی سعی فرمائی ہے، کیا مسلمانوں کے دل میں اپنے لئے رات کے سناٹے میں رونے والے محبوب پیغمبر کا کچھ بھی پاس ولحاظ نہیں رہ گیا ہے؟ آج اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم خدا کی نگاہوں سے گر گئے ہیں، قوموں نے ہمیں پامالِ جفا کر رکھا ہے، کاش ہم اپنا رویہ بدلتے، ہماری سمجھ کھلتی اور پھر ایک بار ہمارے کانوں میں یہ آواز گونجتی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اعجاز احمد اعظمی
مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپور، اعظم گڈھ